

# صلوٰحی اور یتیمین پر شفقت کے فضائل احکام

حضرت ابوالاغوث حافظ  
عارف باللہ حسن اور شاہ  
محمد فرخان فیروز زمین صاحبِ مظہر  
فیروز عبداللہ میمن صاحبِ کاظم

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ العرب والعجب عارف باللہ مجدد زمانہ  
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مسلم لخڑہ صاحبِ عجیب

## حضرت جعفر شیعہ کی شہادت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے بچوں پر شفقت

حضرت جعفر شیعہ کی الہیہ حضرت اسماء بنہت عمیس شیعہ فرماتی ہیں کہ جس دن حضرت جعفر شہید ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، میں اس وقت چالیس کھالوں کی دغابت کرچکی تھی اور گندم پیس کر آٹا گوند ہنے والی تھی، بچوں کو نہلا کر اور سر میں تیل لگا کر کپڑے بلدا دیئے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو تشریف لائے اور فرمایا: جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے بچوں کو حاضر کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو سینے سے لگایا اور ان کو پیار کرنے لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھرائے اور آپ رونے لگے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو جعفر اور ان کے ساخیوں کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ آج شہید ہو گئے۔ یہن کر میری چیز نکل گئی تو عورتیں جمع ہو گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور انہیں ہمارے واسطے کھانا تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت جعفر شیعہ کی شہادت کے وقت ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن جعفر شیعہ لاکل نو عمر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح وہ وقت یاد ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے والد کی خبر دینے ہمارے گھر تشریف لائے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور میرے بھائی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بھر رہے تھے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے دعا فرمائی اور والدہ کو ولی دی کہ جعفر کو شہادت کے بعد وہ پر عطا کئے گئے ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ والدہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں کو مجھی یہ خوشخبری سنادیجیے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، میرا ہاتھ کپڑا، اور میرے سر پر دستِ شفقت پھیرتے منبر پر تشریف فرمahoئے، اور مجھے منبر پر اپنے آنے گے چلی سیڑھی پر بٹھایا، اس وقت آپ کے چہرے پر غم نمایاں تھا، پھر آپ نے وہی خوشخبری لوگوں کو سنائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُترے تو مجھے اور میرے بھائی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ بچوں کے لئے کھانا لاو۔ آپ نے ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھایا۔ ہم تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہے، ہر کھانے کے وقت آپ ہمیں اپنے ساتھ بٹھاتے اور بڑے پیار سے کھانا کھلاتے۔ ان تین دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی زوجہ مطہرہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو ہمیں بھی ساتھ لے جاتے۔ تین دنوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لے کر ہمارے گھر آئے اور ہماری والدہ کو نصیحت فرمائی اور ہمیں برکت کی دعا میں دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر شیعہ کے بیٹوں کی کئی بار بخوبی فرمائی۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جعفر شیعہ کو اپنے ساتھ چھنٹا تھے ہوئے فرمایا کہ جعفر شیعہ شکل و صورت اور طبیعت و اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے مشابہ تھا اور عبد اللہ بھی مجھ سے مشابہ ہے۔ چھوٹے بیٹے محمد بن جعفر شیعہ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے فرمایا کہ محمد بہت پیارا چکھا ہے، اس کی شکل میرے چچا ابوطالب سے ملتی ہے۔ ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عبد اللہ بن جعفر شیعہ جملہ سے آپ سے ملنے کے لئے دوڑتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی سواری پر بٹھایا۔ (مندرجہ ذیل محدثین کی حدائق میں مذکور ہے) (طبقات الکبریٰ لاتین سعد: جزء ۸ ص ۲۲۰ اور جزء ۲ ص ۸) (دلاک النحوۃ الابنی نیمیم الاصحافی: جزء اصل ۵۳۰ ص ۲۵۰، قم ۲۷۰۸۲) (طبیعت الکبریٰ لاتین سعد: جزء ۸ ص ۲۲۰ اور جزء ۲ ص ۸) (دلاک النحوۃ الابنی نیمیم)

# ضروری تفصیل

نام و عنظ:	صلہ رحمی اور یتیموں پر شفقت کے فضائل و احکام
نام و اعظ:	مولانا حافظ مفتی محمد فرحان فیروز زمین صاحب مدظلہ
تاریخ و عنظ:	۱۳ روزوالجہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۰۴ء
مقام:	مسجد اختر، گلستانِ جوہر، کراچی
موضوع:	صلہ رحمی پر بشارتیں اور قطع رحمی کی وعیدیں، یتیموں اور ان کے اموال کے حقوق، یتیم کے سرپرست کے لئے احکام
مثال:	راجیل اعجاز سلمہ
اشاعت اول:	ربع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۰۴ء
ناشر:	ادارہ تالیفات اختریہ
	بی ۳۸، مندرجہ بلوچ ہاؤس سگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



## فہرست

### صفحہ نمبر

### عنوانات

۶	حقوق العباد کی دو اقسام
۷	تقویٰ دونوں جہان میں کامیابی کی کنجی ہے
۸	اللہ تعالیٰ کے تخفیقِ انسانی کے مختلف طریقے
۹	تمام انسانوں کا اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی حکمت
۱۰	”ارحام“ کی لغوی اور شرعی تحقیق
۱۱	آج کل صلحہ رحمی میں بہت کمی اور کوتاہی ہے
۱۲	صلحہ رحمی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ
۱۳	صلحہ رحمی پر کشادگی رزق اور درازی عمر کی بشارت
۱۴	اعزاء پر صدقہ کرنے میں دو ہراثو اُواب
۱۵	”شریعت“ حقوق کی ادائیگی کا نام ہے
۱۶	شکریہ اور بدلہ کا انتظار مت کرو
۱۷	حقیقی صلحہ رحمی کرنے والا کون ہے؟
۱۸	برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا
۱۸	حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عزیزیہ کا عجیب واقعہ
۱۹	کسی مسلمان بھائی کی عیادت کا عظیم الشان ثواب
۲۰	شریعت کی نافرمانی کے وقت صلحہ رحمی نہیں۔
۲۱	عام مسلمانوں کے باہمی حقوق پر چند احادیث مبارکہ
۲۲	مسلمان کی عزت و حرمت کعبہ سے بڑھ کر ہے۔
۲۳	اپنے مکھوموں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ

بے زبان جانوروں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ.....	۲۷
عام گھر یلو جھگڑوں کا بہترین حل.....	۲۸
گھر یلو نوشگوار تعلقات میں تقویٰ کی اہمیت.....	۲۹
ہر وقت یہ خیال رکھنا کہ اللہ ہمارے تمام اعمال پر قدران ہے.....	۳۰
کسی پر زیادتی کی ہوتی دنیا ہی میں تلافی کر لیں.....	۳۱
معافی مانگنے سے عزت گھٹتی نہیں، بڑھتی ہے.....	۳۲

## درس حصہ دوم۔ یتیموں کے حقوق

لفظ ”یتیم“ کی عرفی، لغوی اور شرعی تعریف.....	۳۳
یتیموں کی پرورش کے لئے صحابہ کرام ﷺ کے جذبات کا عام.....	۳۵
یتیموں کے مال کی حفاظت اور حوالگی کے چند احکام.....	۳۵
آیت کاشانِ نزول.....	۳۷
یتیموں کے سرپرستوں کے لئے ضروری احکام.....	۳۷
یتیموں کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟.....	۳۹
یتیموں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ.....	۴۰
یتیموں پر شفقت اور بشارت حسن خاتمه.....	۴۱
یتیموں کا مال ظلمًا کھانے پر عیدیں.....	۴۳
یتیموں پر ظلم کی ایک صورت.....	۴۵
قرآنِ پاک میں یتیموں کے اکرام کا حکم.....	۴۵
یتیموں کی آہ سے ڈرنا چاہیے.....	۴۶
یتیموں پر احسان کرنے کی دو اقسام.....	۴۷



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# صلٰہ حُجَّیٰ میتیمٰوں پر شفقت کے فضائل احکام

## حصہ اول

أَكْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكُفٰرَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى إِمَامًا بَعْدُ  
 فَأَغْوَدُ بِاللّٰهِ وَمِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○  
 يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ  
 مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي  
 تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰيْكُمْ رَّقِيبًا ○

(سورۃ النساء: آیۃ ۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار (کی مخالفت) سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (کیونکہ سب آدمیوں کی اصل وہی ہیں) اور اس (ہی) جاندار سے اس کا جوڑا بنا�ا (یعنی اس کی زوجہ ہوا کو پیدا کیا)، اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلائیں، اور (تم سے مکرتا کیہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ) تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے (اپنے حقوق کا) مطالہ کیا کرتے ہو (جس مطالہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ خدا سے ڈر کر میرا حق دے دے، سو جب دوسروں کو خدا کی مخالفت سے ڈرنے کو کہتے ہو تو معلوم ہوا کہ تم اس ڈرنے کو ضروری سمجھتے ہو تو تم بھی ڈرو)، اور (اول تو تمام احکام الٰہیہ میں مخالفت سے بچنا اور ڈرنا ضرور ہے لیکن اس مقام پر ایک حکم خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ) قربت (کے حقوق ضائع کرنے) سے بھی ڈرو۔ بالیغین اللہ تعالیٰ تم سب (کے حالات) کی اطلاع رکھتے ہیں (اگر مخالفت کرو گے مستحقِ سزا ہو گے)۔ (بیان القرآن)

### حقوق العباد کی دو اقسام

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ سے رہنے، رشتہ داروں اور

تیمبوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا، پھر اگلی چند آیات میں میاں بیوی، والدین، رشته دار، پڑوسنیوں حتیٰ کہ ہم سفروں تک کے حقوق بیان فرمائے ہیں، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ السلام نے فرمایا کہ ان حقوق میں سے کسی ایک کا بھی حق ادا ہونے سے رہ جائے تو شریعت پر عمل ناقص کہلانے گا۔

حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ جیسے عام معاملات خرید و فروخت، کراپی، مزدوری وغیرہ کے ذریعہ پیدا ہونے والے حقوق ہوتے ہیں، جن کی ادا یعنی میں کوئی فریق کوتا ہی کرے تو بزرگ قانون دلوائے جاسکتے ہیں، دوسرے وہ جو اولاد، والدین، شوہر، بیوی ویتیم بچے جو اپنی تحول میں ہوں، اور دوسرے رشته دار جن کے باہمی حقوق ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں، ان کی ادا یعنی کا دار و مدرا دادب، احترام، ہمدردی اور قبلی خیر خواہی پر ہے، یا ایسی چیزیں ہیں جو ترازو پر تو نہیں جاسکتیں، نہ کسی قانون کے ذریعہ معین ہو سکتی ہیں، ان کی ادا یعنی کا بجز خوف، خدا اور خوف آخرت کے کوئی دوسرے ذریعہ نہیں، اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔ تو یہ جتنے حقوق العباد ہیں، انسان اسی وقت ادا کر سکتا ہے جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔

### تقویٰ دونوں جہان میں کامیابی کی کنجی ہے

اس آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کس عجیب انداز سے تقویٰ کا، اپنے سے ڈرنے کا اور گناہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے، سب سے پہلے فرمایا یا یہاں اللّٰہُ اَسْ اے لوگو! یا یہاں اللّٰہُ اَمْنُوا نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو! بلکہ فرمایا یا یہاں اللّٰہُ اَسْ ساری دنیاے انسانیت مخاطب ہے کہ اے دنیا کے سارے انسانو! مرد ہوں یا عورت، یعنی جو دور نبوت ﷺ میں موجود تھے وہ بھی اور قیامت تک جتنے بھی انسان آئیں گے، ان سب کو بھی خطاب ہے۔ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اپنے رب اور پالنے والے سے ڈرو۔ اسماۓ حسنی میں سے اللہ تعالیٰ نے رب کے نام کو اختیار فرمایا جس میں اس حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ذات جو تمہاری پرورش کی کفیل ہے،

جس نے تمہیں ناقص سے بذریعہ کمال تک پہنچایا، نطفہ بے جان سے جیتا جاگتا انسان بنایا، پہلے بچہ ہوا، پھر چلنے پھرنے لگا، پھر جوان ہوا حتیٰ کہ بڑھاپے کو پہنچا، تو جس ذات کی شانِ ربویت کے نشانات انسان ساری زندگی مشاہدہ کرتا ہے اس کی نافرمانی کس قدر بیجابات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا یہ حکم قرآن پاک میں جگہ جگہ ہے اور اللہ سے ڈرنا ہی کامیابی کی بخشی ہے۔ کوئی شخص خلوت میں ہو یا جلوت میں، اپنے رب سے ڈرے گا اور گناہوں سے بچ گا تو دنیا اور آخرت میں اس کے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک خاص شان کو مزید کر فرمایا کہ **اللَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا یعنی حضرت آدم ﷺ مراد ہیں وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی یعنی حضرت حواء علیہا السلام (کہ حضرت حواء علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ کی پسلی سے پیدا کیا)، وَبَثَّ مِنْهَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً اور ان دونوں (حضرت آدم اور حضرت حواء ﷺ) سے بہت سے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا فرمائیں۔

### اللہ تعالیٰ کے تخلیقِ انسانی کے مختلف طریقے

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں اور میرے شیخ عارفے باالله مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن کے حوالے سے اپنے وعظ ”خوشنگوار ازدواجی زندگی“ میں بھی اس کو بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی تخلیق کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں:

**نمبر (۱)** بے جان سے جاندار کا پیدا ہونا: **خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** جس نے تم سب کو ایک جان سے یعنی حضرت آدم ﷺ سے پیدا کیا اور حضرت آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا بغیر مال باپ اور اسباب و وسائل کے تو

اللہ تعالیٰ نے اس پیدائش میں اپنی قدرت ظاہر کر دی کہ اللہ تعالیٰ اسباب و سائل کے محتاج نہیں ہیں، وہ چاہیں تو بے جان مٹی سے جاندار کو پیدا کر دیں، پس اے انسانو! ایسی زبردست قدرت والے مالک سے ڈرو۔

**نمبر (۲)** جاندار سے جاندار کا خلاف عادت پیدا ہونا: وَخَلَقَ مِنْهَازُوجَهَآ اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی بی بی کو پیدا کر دیا۔ یہ دوسری قسم تخلیق کی ہو گئی کہ اللہ چاہے تو زندہ سے زندہ کو پیدا کر دے بغیر مرد عورت کے اختلاط کے کیونکہ حضرت حَوَّا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔

**نمبر (۳)** جاندار سے جاندار کا معروف طریقہ سے پیدا ہونا: وَبَثَ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً اور ان دونوں سے تم سب کو پیدا کیا، یہ پیدائش کی عام شکل ہے کہ میاں بیوی کی قربت سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ یہ تیسرا شکل ہو گئی اور قیامت تک یہ سلسلہ پیدائش کا جاری رہے گا، ان دو سے چار ہوئے اور چار سے آٹھ، یہاں تک کہ آج ساری دنیا میں انسان ہی انسان نظر آتے ہیں۔

حضرت مفتی عاشق الہی صاحب عَلِیِّ اللہِ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ وہ ہر بات کو عقل پر پر کھتے ہیں۔ ان لوگوں کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حَوَّا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے کیسے پیدا کیا، جب عقل میں نہیں آئی تو انہوں نے اس کو مانے سے ہی انکار کر دیا۔ بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت عَلِیِّ اللہِ لکھتے ہیں کہ اس کا انکار کرنا نہایت ظلم ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ کی قدرت کے سامنے عجیب نہ ہونے میں یہ تینوں صورتیں برابر ہیں، رہی حکمت تو ممکن ہے ایک حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہونا ثابت ہو جائے۔

**تمام انسانوں کا اولاد آدم علیہ السلام ہونے کی حکمت**

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مردا اور عورتیں

دنیا میں پھیلا دیئے۔ حضرت مفتی عظم عزیز اللہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کو پیدا کرنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی تھیں لیکن اس خاص صورت کو اختیار فرمایا کہ سب کو ایک ہی انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کر کے سب کو بھائی چارے کے مضبوط رشتہ میں باندھ دیا تاکہ باہمی ہمدردی اور خیرخواہی کے حقوق دل سے ادا کئے جائیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حقوق اس طرح ادا کرو کہ تم سب آپس میں بھائی اور ایک دوسرے کے رشتہ دار ہو کیونکہ تمام انسانوں کے باپ ایک ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام جن سے ہم سب پیدا ہوئے، بعد میں خاندان اور قبیلہ تقسیم ہوتے چلے گئے۔

### ”ارحام“ کی لغوی اور شرعی تحقیق

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَنْقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ اور اس اللہ سے ڈروجس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور قرابت سے بھی ڈرو۔ قرآن پاک عربوں کے محاورے پر نازل ہوا ہے، عرب میں جب کوئی کسی کا حق ادا نہیں کرتا تھا تو وہ کہتے تھے آسَنَلَكِ بِاللَّهِ وَبِالرَّحْمَمِ میں اللہ کے واسطے اور قرابت کے واسطے تم سے مانگتا ہوں کہ میرا حق ادا کر دو۔

ہمارے ملکوں میں بھی جب کوئی شخص دوسرے سے اپنے کسی حق کا مطالبہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ خدا کے واسطے میرا حق ادا کر دو، اللہ کے لئے میرا یہ کام کر دو تو اس آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اللہ سے ڈروجس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حقوق کے لئے اللہ کا واسطہ دیتے ہو تو دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں بھی اللہ سے ڈرو، جس طرح اپنے حقوق کی فکر کرتے ہو، اسی طرح دوسروں کے حقوق بھی ادا کرنے کی فکر کرو۔

حضرت مفتی عظم مفتی شفیع صاحب عزیز اللہ فرماتے ہیں، ارحام رحم کی جمع ہے اور رحم عربی لغت میں بچہ دانی کو کہتے ہیں، جس میں ولادت سے پہلے بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے، چونکہ رشتہ داری کا ذریعہ یہ رحم ہی ہے، اس لئے رشتہ داری کی بنیاد پر

جو تعلقات فطری طور پر پیدا ہو گئے، ان تعلقات کو برقرار رکھنے کو صلہ حجی اور ان کو ختم کرنے کو قطع حجی کہتے ہیں۔ آسان الفاظ میں رشته داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو صلہ حجی کہا جاتا ہے اور ان کے حقوق کو ادا نہ کرنا یا جھگڑا کرنا، قطع تعلق اور قطع حجی کہلاتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ يَه وَالْأَرْحَامَ مِنْ جَوَاتِّكُو أَيَا هِيَ  
اس کا تعلق آرحام سے بھی ہے یعنی رشته داریوں سے بھی ڈرو، کیا مطلب؟ ان کے حقوق پورے ادا کرو۔ اس ”ارحام“ میں کون کون رشته دار داخل ہیں؟ میرے شیخ و مرشد شیخ العرب والجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختصار صاحب نور اللہ مرتدہ بحوالہ تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں:

((الْمُرْأَةُ إِلَّا رَحَامٌ إِلَّا قُرْبَاءُ مِنْ جِهَةِ النِّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، جلد ۲ ص ۵۳۸)

کرنوں کے رشتوں سے مراد صرف اپنے ماں باپ نہیں ہیں، بلکہ بیوی کے ماں باپ، بھائی بہن بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں، بیوی کے ماں باپ کا اکرام اور احترام مثل اپنے ماں باپ کے ہے۔ جیسے باپ، بیٹا، چچا، بھائی، بہن، ماموں وغیرہ تمہارے رشته دار تھے تو جب نکاح ہو گیا تو بیوی کی طرف سے جو رشته دار ہیں، وہ بھی تمہارے رشته دار ہیں، مثلاً بیوی کے جو ماں باپ ہیں، اب وہ تمہارے ماں باپ کی طرح ہیں۔ ان کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا ہے جیسے اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو اور بیوی کے لئے شوہر کے والدین اس کے اپنے ماں باپ کی طرح ہیں، وہ بھی ان کی خوشی اور راحت کی فکر کرے۔

**آج کل صلہ حجی میں بہت کمی اور کوتا ہی ہے**

حضرت مولانا عاشق اللہ صاحب عَزَّوَجَلَّ فرماتے ہیں کہ آج کل یہ قطع حجی کا گناہ بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ بعضے لوگ جو دیندار ہونے کے مدعا ہیں، نمازوں اور تہجد و اشراق کے پابند ہیں، وہ بھی اس گناہ میں بنتا ہیں۔ کسی کو اپنی بہن کی خیز خبر نہیں تو کسی کا

اپنے بھائی سے تعلق نہیں، کوئی اپنے والدین سے لڑا ہوا ہے تو کوئی ساس سر سے بیزار ہے، کہیں میاں بیوی کے بھگڑے ہیں، کوئی اپنے بچا سے ناراض ہے، حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچا مثل والد کے ہے، غالباً مثل ماں کے ہے، اسی طرح بڑا بھائی مثل باپ کے ہے۔

ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ سے حسن سلوک نہیں کرتے۔ آج کل لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ غیروں سے اچھے تعلقات ہوں گے، لیکن ماں باپ سے محبت، ادب و احترام کے تعلقات نہیں ہوں گے۔ کراچی میں بیٹھ کر امریکہ کے دوستوں کا حال احوال موبائل کے ذریعہ، فیس بک اور واؤس ایپ کے ذریعہ سب معلوم ہوگا کہ ان کی طبیعت کیسی ہے، ان کے گھر میں خیریت ہے، لیکن برابر کے کمرے میں بھائی بہن یا والد والدہ بیمار ہیں، ان کا حال پوچھنے کی زحمت نہیں کریں گے، ان کی خیرخواہی کی فکر نہیں، ان کے لئے وقت نہیں۔

صلہ رحمی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ  
اب رشیداروں کے حقوق، صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی پر عبیدوں کے  
بارے میں چند احادیث عرض کرتا ہوں۔

**حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيُكُرِّمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ  
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيَصُلِّ رَحْمَةً وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَيُقْلِّ خَيْرًا أَوْ لِيَضْمُنْ))

(صحیح البخاری: (قدیعی)، باب اکرام الضیوف و خدمتہ، ج ۲ ص ۹۰۶)

ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ صلہ رحمی کرے، اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔

## صلہ رحمی پر کشادگی رزق اور درازی عمر کی بشارت

**حدیث:** حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:  
 ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبَسِّطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَلَهُ فِي آثْرِهِ فَلْيَصُلْ رَحْمَةً))  
 (مشکوٰۃ المصائب: قدیمی)، باب البر والصلة، ص ۳۱۹

**ترجمہ:** جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو، اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ تشریح: یعنی صلہ رحمی کا فائدہ یہ ہے کہ رزق کی بیکاری دور ہوتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ (فی آثرہ) نشان ہائے قدم کو کہا جاتا ہے، جو آدمی مر گیا اس کا نشان قدم مٹ گیا، پس اثر سے مدت عمر مراد ہے۔ بعض محدثین نے عمر کے دراز ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ دنیا میں اس کی نیک نامی باقی رہے گی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے نیک اولاد مراد ہے جو اس کے بعد اس کے لئے دعا کرتی رہے گی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے اوقات میں برکت ہو گی کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں، یہ شخص وہی کام گھنٹوں میں کر لے گا اور جو کام دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں، وہی کام یہ دنوں میں کر لے گا۔

**شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مظلہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ** کے اوقات میں برکت کو بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ ایک ہزار سے زیادہ تصانیف چھوڑ کر دنیا سے تشریف لے گئے، آج اگر کوئی شخص ان کی تصانیف کا اول سے آخر تک صرف پڑھنا چاہے تو اس کے لئے بھی سالہا سال درکار ہیں۔ ان تصانیف کے ساتھ ساتھ مجالس بھی جاری تھیں، اصلاح و ارشاد کا کام بھی جاری تھا، خط و کتابت بھی جاری تھی۔

## اعزاء پر صدقہ کرنے میں دو ہراثاً و ثواب

**حدیث:** حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:  
 ((الصَّدَقَةُ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحْمَةِ ثَنْتَانِ،

## صَدَقَةٌ وَ صِلَةٌ)

(مشکوٰۃ المصاہیح: قدیمی، باب افضل الصدقة، ص ۱۷۱)

**ترجمہ:** کسی مسکین محتاج کی مدد کرنے میں صدقہ کا (ایک) ثواب ہے اور اپنے کسی قریبی عزیز کی مدد کرنا اس میں دو ثواب ہیں، ایک صدقہ کا اور دوسرا صدر جمی کا۔

**حدیث:** حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ - متفق عليه))

(مشکوٰۃ المصاہیح: قدیمی، باب البر والصلة، ص ۳۱۹)

**ترجمہ:** قطع حمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا (یعنی رشتہ داریاں توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ تشریح: محدثین نے اس کا ایک مطلب تو یہ بیان کیا ہے کہ جنت کا دخول اولین اس کو حاصل نہ ہوگا، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو حلال سمجھ کر قطع حمی کرے، العیاذ باللہ۔

**حدیث:** حضرت عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (یعنی یہ حدیث پاک حدیث قدسی ہے): ((قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَا اللَّهُ وَ أَنَا الرَّحْمَنُ خَلَقْتُ الرَّحْمَ وَ شَقَقْتُ لَهَا مِنِ السَّمَاءِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَ صَلَتُهُ وَ مَنْ قَطَعَهَا بَأْتَتْهُ۔ رواہ ابو داؤد))

(مشکوٰۃ المصاہیح: قدیمی، باب البر والصلة، ص ۳۲۰)

**ترجمہ:** میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اسے اپنے نام سے مشتق کیا ہے، پس جو شخص اسے جوڑے گا میں اسے جوڑ دوں گا اور جو شخص اسے قطع کرے گا میں اسے توڑ دوں گا۔ **تشریح:** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صدر جمی کرے گا (یعنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنے سے قریب کر دیں گے، اور اس کے برعکس جو رشتہ داروں کے ساتھ قطع حمی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے سے دور کر دیں گے۔

**حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخُلْقَ حَتَّىٰ إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّجُمُ فَقَالَتْ: هَذَا  
مَقَامُ الْعَائِدِينَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ، قَالَ نَعَمْ، أَمَا تَرَضِيْنَ أَنْ أَصِلَّ مَنْ  
وَصَلَّكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلَى، قَالَ فَذَلِكَ لَكِ))

(الصحیح لمسلم: (قدیمی)، کتاب البر والصلة، ج ۲ ص ۳۱۵)

ترجمہ: جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس سے فراغت کے بعد  
قرابت داری اور رشتہ داری کھڑی ہو گئی اور عرض کیا کہ یا اللہ! یا ایسی جگہ ہے جہاں پر  
میں اپنے حق کے پامال ہونے کی پناہ مانگتی ہوں یعنی دنیا میں لوگ میرے حق کو  
پامال کریں گے، اس سے میں پناہ چاہتی ہوں کہ کوئی میرے حق کو پامال نہ کرے۔  
جو اب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں یہ اعلان کر دوں  
کہ جو شخص تیرے حقوق کو ضائع کرے گا، تو میں اس کو سزا دوں گا اور اس کے حقوق ادا  
نہیں کروں گا۔ رشتہ داری نے کہا: یا اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
میں تجھے یہ مقام اور درجہ دیتا ہوں، اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص رشتہ داری کے  
حقوق کا خیال رکھے گا اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو میں بھی اس کے  
ساتھ اچھا سلوک کروں گا، اور جو شخص رشتہ داروں کے حقوق کو پامال کرے گا تو میں بھی  
اس کے حقوق کا خیال نہیں رکھوں گا۔

### ”شریعت“ حقوق کی ادائیگی کا نام ہے

حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ  
”شریعت حقوق کی ادائیگی کا دوسرا نام ہے، شریعت میں اللہ کا حق ادا کرنا ہے یا  
بندوں کا حق ادا کرنا ہے۔ پھر اللہ کے بندوں میں بھی مختلف لوگوں کے مختلف حقوق ہیں۔  
ان میں رشتہ داروں کے کچھ خاص حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، ویسے تو ہر  
مذہب میں اور ہر اخلاقی نظام میں رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت کا سبق دیا گیا ہے،  
اور ہر مذہب والے یہ کہتے ہیں کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو لیکن حضور اقدس

نبی کریم ﷺ نے ان حقوق کے بارے میں ایک ایسا اصول بیان فرمایا ہے جو تمام دوسرے مذاہب اور اخلاقی نظاموں سے بالکل ممتاز اور الگ ہے۔ وہ اصول اگر ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے تو پھر کبھی بھی رشتہداروں کے حقوق کی خلاف ورزی نہ ہو۔ وہ اصول یہ ہے کہ جب بھی ان کے ساتھ اچھا برداشت یا اچھا سلوک کرو تو یہ کام ان کو خوش کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کرو، یعنی رشتہداروں کے ساتھ حسن سلوک کے وقت یہ نیت ہوئی چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس عمل سے اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اچھا سلوک کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا وہ اپنے رشتہداروں سے کسی بدلہ کی توقع نہیں رکھے گا بلکہ اس کے ذہن میں یہ ہو گا کہ میں تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ان کے ساتھ اچھا سلوک کر رہا ہوں، میرے اپنے سلوک سے یہ خوش ہو جائیں، اور میرا شکر یہ ادا کریں، یا کوئی بدلہ دیں تو وہ ایک نعمت ہے، لیکن اگر وہ خوش نہ ہوں، اور بدلہ نہ دیں تو بھی مجھے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔ مجھے اپنا وہ فریضہ انجام دینا ہے جو اللہ نے میرے پر دیکیا ہے۔“

### شکر یہ اور بدلہ کا انتظار مت کرو

”لیکن سارے چھکڑے اور سارے فساد یہاں سے پیدا ہوتے ہیں کہ جب رشتہدار کے ساتھ اچھا سلوک کر لیا تو اب آپ اس امید اور انتظار میں بیٹھے ہیں کہ اس کی طرف سے شکر یہ ادا کیا جائے گا، اس کی طرف سے اس حسن سلوک کا بدلہ ملے گا لیکن آپ کی یہ امید پوری نہ ہوئی۔ اس نے نہ تو شکر یہ ادا کیا اور نہ ہی بدلہ دیا۔ تو اب آپ کے دل میں اس کی طرف سے برائی آگئی کہ ہم نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا لیکن اس نے پلٹ کر پوچھا تک نہیں، زبان سے شکر یہ کا لفظ بھی نہیں ادا کیا، کوئی بدلہ ہی نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ جب کبھی حسن سلوک کا موقع آئے گا تو آپ یہ سوچیں گے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے کیا فائدہ، چنانچہ آئندہ

کے لئے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چھوڑ دیا، اور اب تک جواس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اس کا ثواب بھی ملیا میٹ کر دیا۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو و صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے کرو، اس لئے مت کرو کہ یہ میرے ساتھ بھی بدلتے ہیں حسن سلوک کرے گا۔ یا میرا شکر یہ ادا کرے گا، ”فقط **حدیث**: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کا دستِ مبارک پکڑ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے فضیلت والے اعمال بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا عَقْبَةً صِلْ مَنْ قَطَعْكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ))  
(مسند احمد: جزء ۲۸ ص ۵۰۷) (تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ): ج ۲ ص ۵۷۸)

ترجمہ: اے عقبہ! جو شخص تمہارے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرے، اس سے تعلقات جوڑے رکھو اور جو تمہیں نہ دے اسے دیتے رہو، اور جو تم پر ظلم کرے، اس سے اعراض کرتے رہو یعنی اس کے ظلم کی طرف دھیان مت دو۔

**حدیث**: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا: ((أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِي))  
(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیسی): باب البکاء والخوف، ص ۳۵۸)

ترجمہ: کہ جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو۔

### حقیقی صلہ رحمی کرنے والا کون ہے؟

**حدیث**: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ (اور ایک نسخہ میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِعِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي  
إِذَا قُطِعَتْ رَحْمَةٌ وَصَلَّهَا۔ (رواہ البخاری))

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیسی): باب البر والصلة، ص ۳۱۹)

ترجمہ: تعلق جوڑے والا وہ نہیں ہے جو بدلتے اتار دے، بلکہ تعلق جوڑے والا وہ ہے

کہ جب اس کے ساتھ قطعِ حجی کا برتاؤ کیا جائے، تب بھی وہ صلہِ حجی کرے۔  
**تشریح:** یعنی صلہِ حجی یہ نہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ اچھا کرے، ہم بھی اس کے ساتھ  
 اچھا کریں۔ یہ بدلہ ہے کہ کوئی ہمارے ساتھ اچھا کر رہا ہے، ہم بھی اس کے ساتھ  
 اچھا کر رہے ہیں، بلکہ صلہِ حجی یہ ہے کہ جو ہمارے ساتھ برائی کرے ہم اس کے  
 ساتھ اچھائی کریں۔ جس کو ہمارے حضرت والائیت اللہ عزیز نے ایک شعر میں فرمایا۔  
 جنماں سہہ کر دعا نہیں دینا یہی تھا مجبورِ دل کا شیوه

کہ جو ہم کو ستارے ہیں، تکلیفیں پہنچا رہے ہیں، ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا ورنہ  
 اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دینا، یہ تو عام آدمی بھی کر لیتا ہے، امتن محمد یہ علی چنان تقویٰ کا  
 اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ کوئی اس کے ساتھ برائی کرے، وہ اس کے ساتھ اچھائی کرے۔

### برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا

**شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ**  
 ”عام تعلقات اور معاملات میں نبی کریم ﷺ کا جو طرزِ عمل تھا، وہ بھی آپ ﷺ کی  
 سنت کا ایک بہت بڑا حصہ ہے، اور جس اہتمام کے ساتھ دوسری سنتوں پر عمل کرنے کا  
 ہمارے دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس سے بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ اس سنت پر  
 عمل کرنے کی فکر کرنی چاہیے کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں بلکہ برائی کا بدلہ سنت کے  
 مطابق اچھائی سے دیں، حسن سلوک سے دیں۔ ہماری سوچ یہ ہوتی ہے کہ اس نے  
 چونکہ میرے ساتھ برائی کی ہے میں بھی اس سے برائی کروں گا، اس نے مجھے گالی دی ہے،  
 میں بھی دوں گا، اس نے میری شادی پر کیا تھفہ دیا تھا تو میں بھی اتنا ہی دوں گا، اور  
 اس نے شادی پر تحریف نہیں دیا تھا تو میں بھی نہیں دوں گا۔“ فقط

### حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عہدۃ اللہ عزیز کا عجیب واقعہ

اسی ضمن میں حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم نے اپنے شیخ، اور حضرت  
 حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے اجل خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عہدۃ اللہ عزیز کا یہ واقعہ

لکھا ہے کہ ”ایک دن حضرت ڈاکٹر صاحب عَزَّلَهُ اپنے متولیین اور خدام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک صاحب آئے جو حضرت کے کوئی رشتہ دار اور عام سے آدمی تھے۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی گالیاں دینا شروع کر دیں، انتہائی بے ادبانہ لبجے میں جتنے الفاظ برائی کے ان کے منہ میں آئے کہتے چلے گئے۔ حضرت ان کی ہر بات پر فرمائے تھے کہ بھائی ہم سے غلطی ہو گئی ہے، تم ہمیں معاف کر دو، ہم ان شاء اللہ تلافی کر دیں گے، تمہارے پاؤں پکڑتے ہیں، معاف کر دو۔ بہر حال، کافی دیر بعد بالآخر وہ ٹھنڈے ہوئے۔ بعد میں حضرت عَزَّلَهُ فرمانے لگے کہ اس اللہ کے بندے کو کوئی غلط اطلاع مل گئی تھی، اس وجہ سے اس کو غصہ آگیا تھا، اگر میں چاہتا تو اس کو جواب دے سکتا تھا اور بدله لے سکتا تھا، لیکن اس واسطے میں نے اس کو ٹھنڈا کیا کہ یہ میرا رشتہ دار ہے اور رشتہ داروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں۔“

### کسی مسلمان بھائی کی عیادت کا عظیم الشان ثواب

”لہذا ہر معااملے میں ترازو لے کر مت بیٹھ جایا کرو کہ اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، جیسا اس نے کیا تھا میں بھی ویسا ہی کروں گا، یہ غلط ہے بلکہ صلہ رحمی کو عبادت سمجھ کر انجام دینا چاہیے۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو کیا اس وقت آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ میرا دوست تو نماز نہیں پڑھتا، اس لئے میں بھی نہیں پڑھتا، یا میرا دوست جیسی نماز پڑھتا ہے، میں بھی ویسی ہی پڑھوں۔ نہیں، کیونکہ اس کی نماز اس کے ساتھ، تمہاری نماز تمہارے ساتھ، اس کا عمل اس کے ساتھ، تمہارا عمل تمہارے ساتھ، بالکل اسی طرح صلہ رحمی بھی ایک عبادت ہے، اگر وہ صلہ رحمی کی عبادت انجام نہیں دے رہا ہے تو مم تو اس عبادت کو انجام دو اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرو۔“

”صلہ رحمی شریعت کا ایسا ہی فریضہ ہے جس طرح نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک میں یہ داخل ہے کہ ان سے ملنے کے لئے جاؤ، اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو ان سے خنده پیشانی سے پیش آؤ، اگر انہیں کوئی پریشانی ہو

تو ان کی مدد کرو، ان کی کوئی خوشی ہے تو اس خوشی میں شریک ہو جاؤ، انہیں خوش کرنے کے لئے کبھی کبھی کوئی تحفہ دے دو یا کوئی ایسی بات کر دو جس سے وہ خوش ہو جائیں، یہاں ہوں تو عیادت کرو۔ اگر وہ تمہاری عیادت کے لئے نہیں آ رہا ہے تو تم تو اس کی عیادت کے لئے جاؤ، اس لئے کہ عیادت کرنا بھی ایک عبادت ہے۔ یہ ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَرُدْ فِي حُرْفَةِ الْجَنَّةِ))

حَتَّىٰ يَرْجِعَ۔ (رواہ مسلم)

(مشکوٰۃ المصائب: (قدیمی)، باب عیادۃ المریض، ص ۱۳۳)

ترجمہ: جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے، جتنی دیر وہ عیادت کرتا ہے، وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے، جب تک واپس نہ آ جائے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غَدَوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلِكٍ حَتَّىٰ يُمُسِّيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيشَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلِكٍ حَتَّىٰ يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ حَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد))

(مشکوٰۃ المصائب: (قدیمی)، باب عیادۃ المریض، ص ۱۳۵)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو شام سے صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور اللہ جنت میں اس کے لئے ایک باغ متعین فرمادیتا ہے۔

یہ کوئی معمولی اجر و ثواب ہے؟ فرض کریں کہ گھر کے قریب ایک پڑوسی یہاں ہے، تم اس کی عیادت کے لئے چلے گئے اور پانچ منٹ کے اندر اتنے عظیم الشان اجر کے مستحق بن گئے، کیا پھر بھی دیکھو گے کہ وہ میری عیادت کے لئے آیا تھا یا نہیں؟ اگر اس نے یہ ثواب حاصل نہیں کیا، اگر اس نے ستر ہزار فرشتوں کی دعا نہیں کیں ہیں،

اگر اس نے جنت کا باغ حاصل نہیں کیا تو کیا تم کہو گے کہ میں بھی جنت کا باغ حاصل نہیں کرنا چاہتا، اور مجھے بھی ستر ہزار فرشتوں کی دعاوں کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ اسے ضرورت نہیں۔ دیکھئے! اس اجر و ثواب کو اللہ تعالیٰ نے کتنا آسان بنادیا ہے۔ اس لئے عیادت کے لئے جاؤ چاہے دوسرا تمہاری عیادت کے لئے آئے یا نہ آئے۔“ فقط

**حدیث:** حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ ذَنْبٍ أَخْرَىٰ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدْخُرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطْيَعَةُ الرَّحْمَمِ۔ رواه الترمذی وابو داود))  
(مشکوٰۃ المصائبیح: (قدیسی)، باب البر والصلة، ص ۳۲۰)

ترجمہ: قطع رحمی اور بغاوت یہ دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی دینتے ہیں۔

**حدیث:** حضرت عبداللہ بن ابی اوفر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةَ عَلَى قَوْمٍ فِيهِ قَاطِعُ رَحْمَمِ۔ رواه البیهقی))

(مشکوٰۃ المصائبیح: (قدیسی)، باب البر والصلة، ص ۳۲۰)

ترجمہ: اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اُترے گی، جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ تشریح: قوم کے لفظ سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو قطع رحمی کرنے والے کے معاون اور مددگار ہوں یا اس پر راضی ہوں۔ اور رحمت سے مراد یا تو عمومی رحمت ہے یا باش مراد ہے۔ معارف۔ الحدیث میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”آج کی دنیا میں مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ کی رحمت سے محرومی کا جو منظر ہر جگہ نظر آ رہا ہے، بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعماليوں کا نتیجہ ہے اور اس بر بادی اور محرومی میں بڑا غل صلہ رحمی کی بدایت کو بھلانا بھی ہے۔“ فقط

**شریعت کی نافرمانی کے وقت صلہ رحمی نہیں**

یہاں پر ایک بات یاد رکھیں کہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ داروں میں کوئی

خوشی یا غمی کا معاملہ ہوتا ہے تو وہاں خلافِ شرع رسومات شروع ہو جاتی ہیں، بدعات ہونے لگتی ہیں مثلاً سوچ، چالیسوال یا برسی وغیرہ، اسی طرح شادی کے موقع پر مہندي، ماپوں، سہرا بندی، یا ولیمہ کی تقریب میں گناہ ہوتے ہیں، مثلاً وہاں بے پردگی ہے، موبیقی، ناق گانا، تصویر کشی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہورہی ہے تو اگر کوئی شخص گناہوں کی وجہ سے ایسی جگہ شریک نہیں ہوتا اور رشتہ دار کہتے ہیں کہ آپ قطع رحمی کر رہے ہو، تو میرے شیخ و مرشد حضرت والا علیہ السلام نے فرمایا کہ ”یہ قطع رحمی نہیں ہے بلکہ اس وقت وہاں نہ جانا شریعت کا حکم ہے:

((لَا يَجُوزُ الْحُضُورُ عِنْدَ كُلِّ مَجْلِسٍ فِيهِ الْمُحْظُورُ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب البکاء علی المیت، ج ۲ ص ۷۲)

جس مجلس میں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں بیٹھنا حرام ہے، فوراً اٹھ جاؤ، دعوت و لیموں تو سنت مؤکدہ ہے مگر کسی شادی میں فوٹو گرافی شروع ہو گئی، مودی بننے لگی یا گانے شروع ہو گئے یا لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ہو گئیں تو فوراً انکل پڑو۔ میزبان سے ملوکھی مت، اس سے معذرت بھی مت کرو، اجازت بھی مت لو، اللہ کی فرمائیداری میں کسی مخلوق کی اجازت کی ضرورت نہیں۔“ فقط

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے:

((لَا ظَاعَةَ لِكُلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْحَالِقِ))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی): کتاب الامارۃ، ص ۳۲۱)

اگر کسی تقریب میں گناہ ہو رہے ہیں، اور کوئی اللہ کے حکم کی وجہ سے وہاں شریک نہیں ہو رہا تو یہ رشتہ داری توڑنا نہیں ہے بلکہ وہ تقویٰ اختیار کر رہا ہے، گناہ سے نج رہا ہے، نافرمانی میں شریک نہیں ہو رہا ہے۔ اس پر جو رشتہ داری یہ کہہ کہ چونکہ تم میری تقریب میں شریک نہیں ہوئے لہذا میرا ب تم سے کوئی تعلق نہیں، تو ایسا کہنے والا خود قطع رحمی کا مرتكب ہو رہا ہے کیونکہ سب سے پہلا حق تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ساری دنیا ناراض ہو جائے، لیکن اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوں پھر کسی کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے  
 پیشِ نظر تو مرضیٰ جانانہ چاہیے  
 پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ  
 کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے  
 اور اگر اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش کر لیا تو اس سے بُداخسارے والا کوئی نہیں ہے۔  
 البتہ ایسے عزیز و اقرباء، رشتہ داروں کو بعد میں نرمی سے سمجھادیں، اللہ والوں کے پاس  
 لے جائیں، ان شاء اللہ! فاکہدہ ہو گا، لیکن ان کو حقیر نہ سمجھیں، ان کے لئے دعا کریں۔  
**عام مسلمانوں کے باہمی حقوق پر چند احادیث مبارکہ**  
 حقوق العباد کے ضمن میں یہ بات عرض کرتا چلوں کہ اسلام میں صرف  
 والدین، میاں بیوی اور عزیز واقارب ہی کے حقوق پر زور نہیں دیا گی بلکہ عام مسلمانوں،  
 عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ عام مسلمانوں کے  
 حقوق کے بارے میں چند احادیث عرض کرتا ہوں۔

**حدیث:** حضرت جابر بن عیویٰ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ أَمْرٌ مُّسْلِمٌ يَجْعَلُ أَمْرًا مُّسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَهَىٰ فِيهِ حُرْمَةٌ  
 وَيُنْتَقْصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا حَذَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي مَوْطِنٍ يُجْبِبُ فِيهِ نُصْرَتَهُ  
 وَمَا مِنْ أَمْرٌ مُّسْلِمٌ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقْصُ فِيهِ عِرْضُهُ وَيُنْتَهَىٰ  
 فِيهِ حُرْمَةٌ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُجْبِبُ فِيهِ نُصْرَتَهُ۔ رواه ابو داؤد))  
 (مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص ۳۲۳)

ترجمہ: جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے مد چھوڑے گا جس میں  
 اس کی عزت پر حملہ ہو اور اس کی آبرو اُتاری جاتی ہو تو اللہ اس کو بھی ایسی جگہ اپنی مدد سے  
 محروم رکھے گا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہش مند ہو گا، اور جو کسی مسلمان کی ایسے موقع پر  
 مدد اور حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت و آبرو پر حملہ ہو تو اللہ ایسے موقع پر اس کی  
 مدد فرمائے گا جہاں وہ اس کی نصرت کا طلبگار ہو گا۔

**حدیث:** حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَغْتَبَ عِنْدَهُ أَخْوَهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرٍ فَنَصَرَهُ  
نَصَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَإِنَّ لَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى  
نَصْرٍ هُوَ أَدْرَكَهُ اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ رواه في شرح السنّة))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرّحمة على الخلق؛ ص ۳۲۳)

ترجمہ: جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی نصرت و حمایت پر قادر ہو اور مدد کرے (یعنی غیبت کرنے والے کو اس سے روک دے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت و حمایت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کوتا ہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔

**حدیث:** حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَّا إِلَاسْتِطَالَةً فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ

بِغَيْرِ حَقٍّ۔ رواه ابو داؤد والبيهقي في شعب اليمان))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب ما ینهی عنہ من التهاجر؛ ص ۳۲۹)

ترجمہ: سب سے بدترین سودا یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عزت میں ناحن دست درازی کرے۔

### مسلمان کی عزت و حرمت کعبہ سے بڑھ کر ہے

ان احادیث میں ہم سب غور کریں اور اپنے حالات اور معاشرہ کو دیکھیں کہ کس طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بے عزت اور ذلیل کرتا ہے، سب کے سامنے گالیاں دینا، برا بھلا کہنا، اس کی عزت کی دھیاں اڑانا یا کسی کا مذاق اڑانا مثلًا اس کے قدم کا، رنگ کا، بات کرنے کے انداز کا، غرض کوئی بھی ایسا انداز اختیار کرنا جس سے اس کا دل ٹوٹے۔ بعض مرتبہ ایسا انداز ہوتا ہے کہ دل کو چیر کے رکھ دیتا ہے لیکن مذاق اڑانے والے کو اندازہ نہیں ہوتا کہ میں نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ جو بچارہ

کمزور ہو، اس کو مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے، سب پس رہے ہوتے ہیں، وہ بچارہ دل ہی دل میں رو رہا ہوتا ہے۔ ایک مون کی اللہ کے یہاں کیا قدر و منزلت ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کریں:

**حدیث:** حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ آپ فرمائے تھے:  
 ((مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ بِرَجْحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالَّذِي  
 نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ حُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ حُرْمَةً  
 مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظَنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا))

(سنن ابن ماجہ: (قدیسی): کتاب الفتن، باب حرمتہ دم المؤمن و مالہ؛ ص ۲۸۲)  
 ترجمہ: اے کعب! توکس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبوکس قدر عمدہ ہے اور تو کتنا قبل احترام ہے (لیکن) مون کی عزت و احترام تجھ سے زیادہ ہے، اور (اسی طرح) مون کے مال اور خون کو بھی اللہ نے قبل احترام بنایا ہے، (یعنی جس طرح اللہ نے تجھے قبل احترام بنایا ہے اسی طرح مون کے مال، خون اور عزت کو بھی قبل احترام بنایا ہے اور اسی احترام کی وجہ سے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ) ہم مون کے بارے میں ذرا بھی بدگمانی کریں۔

### اپنے مکھوموں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ

یہ احادیث عام مسلمانوں کے بارے میں تھیں، اب غلاموں کے حقوق کے بارے میں کچھ احادیث عرض کرتا ہوں، لیکن اس سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ آج کل غلاموں کا دور نہیں رہا، اور جو دکانوں، دفتروں اور فیکٹریوں وغیرہ میں ملازم ہوتے ہیں یا گھروں میں کام کا ج کرنے والی ماسیاں ہوتی ہیں، یہ کسی کے غلام نہیں ہوتے، بلکہ اپنے والدین، بیوی بچوں کے لئے محنت مزدوری کرتے ہیں، عزت بیچنہیں آتے۔ ان کو پسیے یا کوئی سامان چھینک کر دینا، گالیاں دینا، طعن دینا، ذلیل کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی سیٹھ اپنے ملازم کو تxonah دے رہا ہے تو کوئی احسان نہیں کر رہا ہے، اس ملازم نے

کام کیا، مالک نے پسے دے دیئے تو اس میں احسان کی کیا بات ہے۔ بہر حال! حضور ﷺ نے غلاموں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، ان پر محنت مشقت کا زیادہ بوجھنہ ڈالا جائے، ان کے معاملے میں خدا کے محابی اور مواخذے سے ڈرا جائے۔

**حدیث:** حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا:

(بِيَارَسُولَ اللَّهِ كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ  
الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الشَّالِثَةَ قَالَ اعْفُوْ عَنْهُ  
كُلُّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً۔ رواه ابو داؤد)

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیمی)، باب النفقات وحق المیلوک، ص ۲۹۲)

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ! اپنے خادم اور غلام کی غلطیاں کس حد تک ہمیں معاف کرنی چاہیے؟ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا (اور کوئی جواب نہیں دیا)۔ اس شخص نے دوبارہ آپ سے یہی عرض کیا، آپ پھر خاموش رہے۔ پھر جب تیری دفعہ اس نے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ہر روز ستر مرتبہ“ تشریح: یہ حدیث پڑھیں اور اپنے حالات پر غور کریں کہ ہمارا کیا حال ہے کہ کسی کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب جعفریؒ کو ان کے چچا، بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاس صاحب جعفریؒ نے فرمایا تھا کہ دوسروں کی اتنی خطائیں معاف کیا کرو جتنی اپنی اللہ تعالیٰ سے معاف کرانی ہیں۔

**حدیث:** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمُلْكَةِ۔ رواه الترمذی وابن ماجہ))

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیمی)، باب النفقات وحق المیلوک، ص ۲۹۱)

ترجمہ: اپنے مملوک، غلام سے بدلسوکی کرنے والا (ابتدائی مرحلہ پر نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

بے زبان جانوروں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ  
اب جانوروں کے حقوق کے بارے میں حدیث شریف عرض کرتا ہو۔  
**حدیث:** حضرت سہل بن حظیلیہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ (بھوک کی وجہ سے) اس کی کمرے  
لگ گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَإِنَّ كُوْهَا صَالِحَةً  
وَأَثْرُ كُوْهَا صَالِحَةً)) رواہ ابو داؤد)

(مشکوٰۃ المصائب: (قدیمی)، باب النفقات وحق المیلوک، ص ۲۹۲)

ترجمہ: لوگو! ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں خدا سے ڈرو، ان پر سوار ہو تو  
ایکی حالت میں جب یہ ٹھیک ہوں (ان کا پیٹ بھرا ہوا ہو) اور ان کو چھوڑو تو  
اچھی حالت میں چھوڑو۔

ایک روایت میں آتا ہے: لَا تَتَخَلُّوْا ظُهُورَ دَوَائِكُمْ مَنَابِرَ  
(مشکوٰۃ: باب ادب السفر، ص ۳۲۰) کہ اپنی سواریوں کی پشت کو منبر مت بناؤ۔  
تشریح: یعنی بلا ضرورت ان پر بیٹھے بیٹھے خرید فروخت اور دسرے کام نہ کرو، ایسا  
کرنا ہو تو ان سے اُتر جاؤ تاکہ سواری کو راحت ملے (ورنه ضرورت کے درجہ میں  
سواری پر بیٹھ کر خطبہ دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کا  
اتنا خیال رکھتے تھے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَذِيلًا  
لَا نُسْبِحُ حَتَّى تَحْلَّ الرِّحَالَ (مشکوٰۃ: باب ادب السفر، ص ۳۲۰) کہ جب ہم  
(دورانِ سفر یا سفر کے بعد) کسی منزل پر پڑا وہ ذاتے تھے تو اس وقت تک نفل  
نماز نہ ادا کرتے تھے جب تک کہ جانوروں (سے سامان) کا بوجھ نہ اُتار لیتے تھے۔  
اس کے علاوہ کئی احادیث ہیں جن میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں  
تک کے حقوق بیان فرمائے ہیں، ان کے ساتھ روایت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب  
جانوروں تک کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے تو اشرف الخلقات انسانوں کے کتنے

حقوق ہوں گے، پھر ان میں بھی والدین، میاں بیوی، پڑوئی، رشتہ دار وغیرہ کے کتنے حقوق ہوں گے، لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں، بات چیت تک نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر حرم فرمائیں۔

## عامگھر یلو جھگڑوں کا بہترین حل

ایک قابل غور بات یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے حقوق پوری طرح ادا کئے جائیں۔ ساس اور سر سے بہو کو کیوں تکلیفیں پہنچتی ہیں یا ساس سر کو بہو سے کیوں تکلیفیں پہنچتی ہیں، گھر گھر میں جھگڑا کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ بہو سر کو اپنا والد اور ساس کو اپنی ماں نہیں سمجھتی اور وہ دونوں اس کو اپنی بیٹی نہیں سمجھتے جس کی بناء پر جھگڑا ہوتا ہے اور بہو اپنے میکے میں جائیٹھتی ہے، کبھی نوبت طلاق تک بھی آجائی ہے۔ کوئی بھی فریق جھکنے کے لئے معافی مانگنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، ہر ایک اپنی ناک اور اُن کا مسئلہ بنالیتا ہے۔ یہ تک نہیں سوچتے کہ ہماری اس ضد سے ہمارے ہی بچوں کا مستقبل بر باد ہوگا۔ اگر ساس سر اور بہو میں ماں باپ اور بیٹی جیسا تعلق اور محبت ہو تو جس طرح ماں باپ کبھی اپنی اولاد سے بلا وجد بھی ناراض ہو جاتے ہیں تو اولاد اپنے ماں باپ کی برائی جگہ جگہ نہیں کرتی کہ آج ہماری ماں نے یا ہمارے ابا نے بلا وجد ہمیں ڈانٹ دیا، ہماری کوئی غلطی ہی نہیں تھی خواہ ڈانٹ دیا، نہیں بلکہ صالح اولاد اپنے والدین کی بیجا ڈانٹ کو بھی برداشت کر لیتی ہے، تو بہو کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے، تو بہو کو نکہ ساس سر کو اپنے ماں باپ نہیں سمجھتی لہذا جب وہ کچھ تلخ بات کہہ دیتے ہیں تو بہو اپنے رشتہ داروں میں بتاتی ہے، اپنے ماں باپ کو بتاتی ہے کہ میرے ساتھ سرال میں ایسا سلوک ہوا، حالانکہ حضرت تھانوی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ میکے کی بات سرال میں اور سرال کی بات میکے میں مست بتوأ۔

پہلے زمانے میں جب میاں بیوی کی آپس میں کوئی ناراضگی ہوتی تھی تو کس کو بتاتے، نہ موبائل ہوتا تھا نہ ٹیلیفون، تھوڑی دیر میں صلح ہو جاتی تھی، معاملہ

بڑھنے نہ پاتا تھا۔ پھر موجودہ دور آیا جس میں ہر قسم کے تیز رفتار مواصلاتی ذرائع ایجاد ہو گئے، اٹرنیٹ، موبائل فون، واٹس ایپ، فیس بک وغیرہ، اب ملکوں ملکوں کی بات سینڈوں میں ادھر سے ادھر پہنچنے لگی۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ میاں بیوی میں ذرا ناراضگی ہوئی، فوراً بیوی نے اپنی اماں ابا کو فون کر دیا۔ پھر جن والدین کو دین کی سبھ نہیں ہوتی وہ جھگڑے کو اور بڑھاتے ہیں، غبیتیں شروع ہو جاتی ہیں، ایک دوسرے کی برا نیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ خاندان بھر کے لوگ بیوی کو کہتے ہیں معافی مت مانگنا، تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے۔ ادھر شوہر کے گھروالے اسے کہتے ہیں کہ تم جھکنا نہیں۔ دونوں فریق انعام سے بے پرواہ ہو کر جھگڑے کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

یہی بیٹی جب اپنے گھر میں ہوتی ہے تو طبیعت ناساز ہونے پر اپنی ماں سے کہہ دیتی ہے کہ اماں! آج میری طبیعت صحیح نہیں، مجھ سے کام نہیں ہو سکے گا، یا کبھی اس سے کھانا اچھا نہیں بن سکتا تو ماں اپنی بیٹی سمجھ کر برداشت کر لیتی ہے، لیکن یہی بات اگر بہ کہہ یا حمل سے ہونے کی وجہ سے وہ کہہ کہ آج میرے اندر کام کی ہمت نہیں ہے تو چونکہ ساس نے بہو کو اپنی بیٹی نہیں سمجھا، اس لئے وہ اس کو بڑا بھلا کھتی ہے کہ تم اپنی ماں سے سیکھ کر کیا آئی ہو، بہت کام چور ہو وغیرہ وغیرہ۔ پھر ساس صاحبہ اپنے رشتہ داروں میں بہو کی غبیتیں شروع کر دیتی ہے۔

### گھر یلو خوشگوار تعلقات میں تقویٰ کی اہمیت

ان سب جھگڑوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ نکاح میں جو خطبہ اور جو آیات قرآنیہ پڑھنا مسنون ہیں، آپ ﷺ خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھتے تھے، ان میں کسی آیت میں بھی میاں بیوی کے حقوق کا باقاعدہ بیان نہیں ہوا لبته ہر آیت میں اللہ سے ڈر نے کا حکم ضرور ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جب میاں بیوی اللہ سے ڈریں گے، ان کے اندر اللہ کا خوف ہو گا تو ان کی زندگی اپنے طریقہ سے گزرے گی۔

حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت بر کاظم فرماتے ہیں کہ ”میاں بیوی کے تعلقات اس وقت تک خونگوار نہیں ہو سکتے، جب تک دونوں کے دل میں تقویٰ نہ ہو، اللہ کا خوف نہ ہو۔ میاں بیوی کے درمیان اتنا قریبی تعلق ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ قریبی تعلق کسی اور کے درمیان نہیں ہو سکتا، دونوں ایک دوسرے کے محروم راز ہوتے ہیں، الہذا انہائی کے اس عالم میں جبکہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوت ہے، اس وقت ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا سکیں، یا حق تلفی کریں تو کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔“

بہت سے حقوق توا ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص آپ کی حق تلفی کرے تو پولیس کے ذریعہ وہ حق وصول کیا جا سکتا ہے، یا عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت کے ذریعہ وہ حق وصول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میاں بیوی کے بیشتر حقوق ایسے ہیں کہ ان کو نہ تو پولیس کے ذریعہ وصول کیا جا سکتا ہے، اور نہ عدالت کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عدالت زیادہ سے زیادہ بیوی کو ننان نفقہ دلا دے گی، مہر دلا دے گی لیکن اگر شوہر گھر میں آ کر منہ چڑھا کر بیٹھ جاتا ہے، اور جب بات کرتا ہے تو جلی کٹی سناتا ہے، تو اب یہ جلی کٹی سنانے کا اور منہ چڑھا کر بیٹھ جانے کا جو دکھ ہے، اس کا ازالہ کون سی عدالت اور کون اسی پولیس کرے گی؟ اگر کوئی چیز اس دکھ کا ازالہ کر سکتی ہے تو وہ صرف ایک چیز ہے، وہ ہے اللہ کا خوف۔ جب شوہر کے دل میں اس بات کا احساس ہو کہ بیوی کا وجود اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، میرے ذمہ اس کے کچھ حقوق ہیں جو مجھے ادا کرنے ہیں، اگر میں ادا نہیں کروں گا تو اللہ کے ہاں میری پکڑ ہو گی۔ جب تک یہ احساس دل میں نہ ہو، وہ اس کے تمام حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر بیوی شوہر کو تکلیف پہنچانے پر اتر آئے تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں، کوئی عدالت کوئی پولیس اس کو نہیں روک سکتی۔ بس ایک چیز بیوی کو اس چیز سے روک سکتی ہے۔ وہ یہی تقویٰ اور اللہ کا خوف ہے۔“ فقط

ہر وقت یہ خیال رکھنا کہ اللہ ہمارے تمام اعمال پر نگران ہے اس کے بعد جو آیت کا مضمون ہے، اس میں بھی تقویٰ کا حکم ہو رہا ہے لیکن

ایک خاص انداز سے کہ اِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَّقِيبًا، علامہ راغب اصفہانی عَلَيْهِ السَّلَامُ مفردات القرآن میں فرماتے ہیں کہ نگرانی اور حفاظت کرنے والے کو رقبہ کہتے ہیں۔ اِنَّ تَاكِيدَ كَسَّا تَحْفَرْ مَا يَا كَهْ لِيْقِينَ رَكْحُوا اللَّهُ تَمَهَّارِيْ نَگْرَانِيْ كَرْ رَهَاهِيْ، اللَّهُ تَمَهَّارَےْ اوپر نگہبان ہے، جو تمہارے دلوں اور ارادوں سے بھی باخبر ہے۔ اگر کوئی شخص شرماشی میں اپنے ذمہ واجب حقوق ادا کر دیتا ہے، لیکن دل میں نفرتیں بھری ہوئی ہیں، والدوالدہ کی خدمت کر رہا ہے لیکن دل میں جذبہ ایثار و خدمت نہیں ہے تو یہ قابل قبول نہیں ہے۔ دل سے اہل حقوق کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرے اور اللہ سے مانگتا رہے کہ میری ذات سے کسی کو ذرہ برابر تکلیف نہ پہنچے اور اس کی فکر بھی رکھے اور اگر کبھی کسی کا دل دُکھایا ہو، کسی کی بے عزتی کی ہوتا سے معافی مانگ لے۔

### کسی پر زیادتی کی ہوتا دنیا ہی میں تلافی کر لیں

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بتایا کہ تم سب حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ اور حضرت حَوَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ کی اولاد ہو، اس لئے ہر مسلمان کا ایک دوسرے پر حق ہے۔ پھر جو رشتہ دار ہیں، ان کے لئے علیحدہ دوبارہ بیان فرمایا ہے ان کا حق دو گناہ ہے، اور یہ حقوق، حقوق العباد میں سے ہیں جس میں اگر کسی کی حق تلفی ہو جائے تو اس کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا، بلکہ اس کی صورت یہی ہے کہ یا تو اس بندے کا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معافی حاصل کی جائے ورنہ آخرت میں سخت سزا ہوگی۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

((مَنْ كَانَ شَرِّ لَهُ مَظْلَمَةً لَا يُخْيِلُهُ مِنْ عَرْضِهِ أَوْ شَمِّعَ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أَخِذْ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ أَخِذْ مِنْ

سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَعَمِيلٌ عَلَيْهِ۔ رواہ البخاری))

(مشکوٰۃ المصاہیح: (قدیمی)، باب الظلم، ص ۲۳۵)

ترجمہ: جس کسی نے اپنے بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو، اس کی آبروریزی کی ہو یا کسی اور معااملے میں حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہیے کہ آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لئے دینار اور درهم کچھ نہ ہوگا، آج ہی اور اسی زندگی میں اس سے معاملہ صاف کرائے۔ اگر اس کے پاس اعمالِ صالح ہوں گے تو اس کے ظلم کے بقدر مظلوم کو دے دیئے جائیں گے اور اگر وہ نیکیوں سے خالی ہوگا تو مظلوم کے گناہ اس پر لا د دیئے جائیں گے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اپنی سوانح میں کس درد کے ساتھ حقوق العباد معاف کرائے ہیں، سوانح کے اس مقام پر یہ اشعار بھی ہیں۔

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو  
بڑی بات کہہ کر پکارا بھی ہو

وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام  
قیامت کے دن پہ نہ رکھے یہ کام  
بروز قیامت خجالت نہ ہو  
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

کہ اگر دنیا میں میں نے کسی کو ستایا ہو، مجھ سے زیادتی ہوئی ہو، میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہو، میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو آخرت میں باز پرس کی فکر تھی، اللہ ہمیں بھی یہ فکر عطا فرمائے۔

### معافی مانگنے سے عزت گھٹنیں، بڑھتی ہے

آخر میں حضرت شیخ الاسلام مدنبلہ کی نصیحت عرض کر کے ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں کہ ”حدیث شریف میں آتا ہے پل صراط پر سے بہت سے لوگ اس طرح گزر جائیں گے جس طرح بخلی کا کرنٹ گزرتا ہے، اور بہت سے لوگ اس طرح گزریں گے جس طرح پرندے اُڑ کر گزرتے ہیں، بہت سے لوگ اس طرح گزریں گے

جس طرح تیز رفتار سواری گزرتی ہے، اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے ان کی رفتار میں ہوں گی۔ جہنم میں کلاسیب (آنکھرے) ہوں گے جو پل صراط کے ارد گرد کھڑے ہوں گے اور جس جس نے رشتہ داروں کا حق مارا ہوگا، وہ انہیں اُچک اُچک کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ یہ کتنے خطرے کی بات ہے۔ لہذا بھی توبہ کا موقع ہے، اور توبہ کے لئے ایک منٹ بھی کافی ہے۔ اگر کسی رشتہ دار سے رنجش ہے، آنا جانا بند ہے، قطع تعلق کر رکھا ہے تو اس کے پاس چلے جائیں۔ نہیں جاسکتے تو ٹیلی فون کر لیں یا فیکس کر لیں یا خط لکھ دیں وغیرہ۔ اور میں آپ کو اس کام کے کرنے کا آسان راستہ بتاتا ہوں۔ اگر یہ بحث کرنا چاہو کہ غلطی کس کی تھی؟ تو یہ مسئلہ بھی حل نہیں ہوگا۔ آسان معاملہ یہ ہے کہ آپ یوں کہیں کہ دیکھو بھی! ہمارے اور تمہارے تعلقات خراب رہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث معلوم ہوئی ہیں (اور پھر وہ حدیث سناد و جو اوپر بیان ہوئیں) اپنے آپ کو آگ سے بچانے کے لئے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھ سے جو غلطی ہوئی ہو، وہ معاف کر دو اور اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ میں نے معاف کر دی۔ میں نے بھی اللہ کے لئے معاف کیا تم بھی اللہ کے لئے معاف کر دوتا کہ میری بھی بخشش ہو جائے اور تمہاری بھی بخشش ہو جائے اور اگر وہ کہے کہ میں معاف نہیں کرتا، تب بھی آپ کہہ دیں کہ میں نے معاف کر دیا۔ یاد رکھئے، معافی مانگنے سے عزت خراب نہیں ہوگی بلکہ عزت بڑھے گی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ فَعَهُ اللَّهُ۔ رواه البهقي في شعب اليمان))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): کتاب الأداب، باب الغضب والکبر، ص ۲۳۳) جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عزت دیتا ہے۔ اس لئے اگر آپ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنے رشتہ داروں سے معافی مانگیں گے تو اس سے ان شاء اللہ آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا۔“ فقط

☆☆☆☆☆ پہلا حصہ تمام ہوا ☆☆☆☆☆

## درس حصہ دوم۔ یتیموں کے حقوق

آعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ ○ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○  
وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَبْدِلُوا الْخِيَثَبَ إِلَّا لِظَّبَابٍ وَلَا تُنْكِلُوا  
أَمْوَالَهُمْ إِلَّا أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوَّاً كَبِيرًا ○ (سورۃ النسا، آیہ ۲)

ترجمہ: اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اپھ مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو،  
اور ان (یتیموں) کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

(ترجمہ از آسان ترجمہ قرآن: شیخ الاسلام دامت برکاتہم)

اس آیت میں یتیموں کے مال کی حفاظت کرنے اور اس میں خیانت نہ کرنے کا حکم ہے، چونکہ عام طور پر یتیموں کے مال کی حفاظت کرنے والے خود اس کے اپنے رشتہ دار ہوتے ہیں، اس لئے اس کا تعلق بھی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی سے ہی ہے۔ پہلی آیت میں اہل حقوق کے حقوق ادا کرنے کا عمومی حکم تھا، اب چند اہل حقوق کا خصوصی تذکرہ ہے اور ان تمام میں سب سے پہلے یتیموں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جو یتیم ہوتا ہے وہ عام طور پر بے کس اور محبوس ہوتا ہے، اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس پر شفقت کی جائے اور اس کا نیا رکھا جائے، اس لئے اس کے حقوق کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا۔

### لفظ ”یتیم“ کی عرفی، لغوی اور شرعی تعریف

ہمارے عرف میں یتیم اس کو کہا جاتا ہے جس کا باپ نہ ہو، چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، حتیٰ کہ کوئی بڑا بھی ہو وہ بھی کہہ دیتا ہے کہ ہم یتیم ہو گئے، جیسے کسی اللہ والے کا انتقال ہوتا ہے تو ان کے مرید اور شاگرد کہتے ہیں کہ ہم روحانی طور پر یتیم ہو گئے، جبکہ یتیم کا لغوی معنی ہے اکیلا ہوجانا، چونکہ باپ کے انتقال کے بعد وہ اکیلا رہ جاتا ہے، اس لئے لغت کے اعتبار سے اس کو یتیم کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی لئے ”ڈر یتیم“، گوہر

یتیم، (نہا موئی) اس موئی کو کہا جاتا ہے جو سیپ میں اکیلا موجود ہو۔ لیکن شرعی اعتبار سے یتیم اس ”نابالغ“، لڑکے یا ”نابالغ“، لڑکی کو کہا جاتا ہے جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو، اس لئے سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی، لہذا جہاں قرآن و حدیث میں یتیم کا تذکرہ آیا ہے، وہاں پر اس سے مراد وہ نابالغ ہے جس کے باپ کا انتقال ہو جائے، لیکن جب وہ بالغ ہو جائے، اب عرف میں تو اس کو یتیم کہہ سکتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے وہ یتیم نہیں ہے۔

یتیموں کی پرورش کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبات کا عالم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ **وَأَتُوا الْيَتَّمَيْ أَمْوَالَهُمْ** اور یتیموں کو ان کا مال پہنچاتے رہو، اور ایک ترجیح کیا گیا ہے اور یتیموں کو ان کا مال دے دو۔ ہم سب کے علم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ یتیم تھے، آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کے والدِ محترم کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بار بار ترغیب دیتے تھے کہ یتیموں کی کفالت کریں، ان کا خیال رکھیں، انہیں محبت دیں، جس کی وجہ سے ہر صاحبی کا گھر یتیموں کی پرورشگاہ بن گیا تھا۔ ایک یتیم پر شفقت کے لئے کئی کئی ہاتھ ایک ساتھ بڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم کو ساتھ لئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہما یتیموں اور بیواؤں کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ بوقتِ شہادت آپ کی پشت مبارک پر بہت نشانات تھے، یا اس سامان کو اٹھانے کے نشانات تھے جو آپ اپنی پشت پر لا دکر بیوہ، یتیم بچوں اور مسَاکین کو پہنچاتے تھے۔

### یتیموں کے مال کی حفاظت اور حوالگی کے چند احکام

اب اس آیت کی تفسیر عرض کرتا ہوں کہ یتیم بچوں کی ملکیت میں اگر کچھ مال ہے جو کسی نے ان کو ہبہ (گفت) کیا ہے یا کسی کی میراث سے ان کو مال ملا ہے تو یتیم کا جو سر پرست ہے، اس کو حکم ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرے اور یتیم کے جو

ضروری اخراجات ہیں وہ اس کے مال سے پورا کرے، بالغ ہونے سے پہلے میتم کا مال اس کے حوالے نہ کرے، کیونکہ وہ ناسمجھ ہے، کہیں ضائع نہ کر دے جبکہ اس آیت وَأَنُوا إِلَيْنَا أَمْوَالَهُمْ میں ہے کہ قیموں کے مال ان کے حوالے کر دو، اس کی مزیدوضاحت آیت نمبر ۵ اور ۶ میں ہے کہ ان کے مال ان کو اس وقت پہنچاؤ جب وہ بالغ ہو جائیں اور ان کو اپنے نفع و نقصان، اچھے بُرے کی تیز ہو جائے، یہ مسئلہ کافی تفصیل طلب ہے لہذا مختصرًا مفتی عظم حضرت مفتی شفیع صاحب عجیب اللہ کی بات نقل کرتا ہوں، فرماتے ہیں: ”خلاصہ یہ کہ بچوں کی مخصوص طبیعت اور ان میں عقل و ہوش کے نشوونما کے اعتبار سے تین درجے کردیئے گئے، ایک: بلوغ سے پہلے، دوسرا: بلوغ کے بعد، تیسرا: ہوشیاری کے بعد۔ بلوغ سے پہلے بچوں کے اولیاء کو یہ حکم ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کی کوشش کریں، معاملات میں ان کو ہوشیار کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے معاملات خرید و فروخت کے ان کے ہاتھ سے کرائیں، دوسرا حکم یہ ہے کہ جب وہ بالغ اور (پھر) نکاح کے قابل ہو جائیں تو اب معاملات اور تجربہ کے اعتبار سے ان کے احوال کی جانچ کریں، اگر دیکھیں کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگے ہیں اور معاملات سلیقہ سے کرتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دیں۔“ اس مسئلہ میں چونکہ کافی تفصیل ہے لہذا جس کو ضرورت ہو تو کسی مستند دارالافتاء سے معلوم کر لے اور منتظریان کرام سے پوچھ پوچھ کر عمل کرے۔

یہاں اس آیت میں مال پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اموال کی حفاظت کروتا کہ وقت پر مال ان کے حوالے کیا جاسکے۔ یقین کے سر پرست اور نگران کو یقین کے مال کی حفاظت کرنے کا جو حکم ہے تو بہتر تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے بیوی اور بچوں کو کھلا رہا ہے، اسی طرح یقین کو بھی اپنے پاس سے کھلانے، اس کا علاج معالجہ اور اس کی تعلیم وغیرہ کے اخراجات خود کرے، لیکن اگر کوئی نہیں کرنا چاہتا یا اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو اس سر پرست کی ذمہ داری یہ ہے کہ یقین کا مال جو اس کے پاس ہے، اس میں سے یقین کا خرچ کر سکتا ہے لیکن اس کا حساب لکھتا رہے، یہاں تک کہ جب وہ

بالغ اور سمجھدار ہو جائے تو وہ بقیہ مال اس کے مطالبے کے بغیر ہی اس کے حوالے کر دے۔

## آیت کاشانِ نزول

اس آیت کاشانِ نزول تقاضیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کا تعلق بنی غطفان سے تھا، اس کے حوالے اس کا یقین بھتیجا تھا جس کی ملکیت میں کچھ مال تھا، یہ مال بھی اس کے چچا کی حفاظت میں تھا۔ جب وہ بھتیجا باغ، (بڑا) ہو گیا اور اس میں دنیاوی معاملات کی سمجھ آگئی، تو وہ اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا کہ چچا! میرا مال میرے حوالے کر دیجئے۔ چچا نے انکار کر دیا تو حضور ﷺ کے پاس چچا اور بھتیجا دونوں حاضر ہوئے اور معاملہ پیش کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ چچا نے جب یہ آیت سنی تو کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتا ہوں اور یہ جو اللہ نے فرمایا إِنَّهُ كَانَ حُوَّاً كَبِيرًا (بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے) اس گناہ سے میں پناہ مانگتا ہوں، اور بھتیجے کا مال اس کے حوالے کر دیا۔

حضرت مفتی عاشق الہی صاحب ﷺ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ قیمتوں کے سر پرستوں کو چاہیے کہ وہ اس آیت کو بار بار پڑھیں اور قیمتوں کے اموال میں خیانت کے گناہ کبیرہ سے خود کو بچائیں جس کی وضاحت قرآن و حدیث میں تفصیل سے بیان فرمائی گئی ہے کہ قیمتوں کا مال کھانا کتنا بڑا گناہ ہے۔

## قیمتوں کے سر پرستوں کے لئے ضروری احکام

قیمتوں کے جو سر پرست اور نگران ہیں، ان کو اس آیت میں تین حکم دیے گئے ہیں، پہلا حکم جس کی وضاحت ہو گئی وَأَتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ کہ قیمتوں کو ان کا مال پہنچاتے رہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اخراجات میں لگاتے رہو، ان کے مال کی حفاظت کرو، یہاں تک کہ جب وہ بالغ اور سمجھدار ہو جائیں تو وہ مال ان کے حوالے کر دو۔ دوسرا حکم وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْحَكِيمَ بِالظَّيْبِ اور تم اچھی چیز کو بُری چیز سے مت بدلو۔ علامہ قاضی شاء اللہ پانی پتی ﷺ فرماتے ہیں کہ قیمتوں کے

سرپرست قیمتوں کا عمرہ مال خود لے لیتے تھے اور اس کی جگہ اپنا ٹھیا مال رکھ دیتے تھے۔ پہلے زمانے میں جب کسی کا انتقال ہوتا تھا اور اس کی کوئی نابالغ اولاد ہوتی تھی اور وہ اپنا مال چھوڑ کر جاتا، مثلاً بکر یاں چھوڑ کر گیا تو اس کی نابالغ اولاد کا جونگران ہے، اسے ان کے مال کی حفاظت کرنی چاہیے، لیکن وہ یہ خیانت کرتے تھے کہ اچھی بکر یاں ہٹا کر اس میں اپنی کمزور بکر یاں رکھ دیتے تھے۔

اسی طرح آج کل زمینوں کا معاملہ لے لیں، قیمتوں کو وراثت میں جوز میں ملی ہے، مثال کے طور پر وہ میں روڈ کی ہے یا زرخیز ہے، اس کو اس کے سرپرست لاچ دیتے ہیں کہ بیٹا! یہ زمین اچھی نہیں ہے، ہم تمہیں اس سے بڑی زمین دے دیتے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ زمین اتنی کارآمد نہیں ہے یا اس کی قیمت اچھی نہیں ہے۔ مثلاً قیمتوں کے دوسرا بیٹا تھے، سرپرست نے تین سوا بیکڑوں دیے لیکن وہ زمین ایسی زرخیز نہیں جیسی یہ زمین ہے۔ وہ بیچارہ نا سمجھ بھی خوش ہو جاتا ہے کہ میرے بڑوں نے تو میرا بہت خیال رکھا ہے لیکن نگران نے قرآن پاک کے حکم کے خلاف کیا، یہ بھی دھوکہ دینا ہے اور قیمتوں کا اچھا مال ردی مال سے بدلنے کے متادف ہے۔

ایک اور مثال: فرض کیجئے کہ کسی آدمی کا انتقال ہوا اور اس کی وراثت سے اس کے بیٹے یا بیٹی کو دس لاکھ روپے ملے۔ اب جو اس قیمتوں کا سرپرست ہے وہ دل میں کہتا ہے کہ میں بہت امانتدار ہوں، میں ان شاء اللہ! وقت پر اسے رقم دے دوں گا، لیکن وہ ان دس لاکھ روپے سے یا جتنی بھی رقم ہے، ان سے اپنی تجارت کو بڑھا رہا ہے، خوب منافع کمار رہا ہے۔ جب وہ قیمتوں کی وجہ سے سمجھدار ہو گیا تو اس کو وہی دس لاکھ روپے ادا کر دیئے، یہ بھی خیانت ہے۔ اتنے برس جو تجارت کی اور کمایا، اس کے منافع میں سے قیمتوں کو کچھ بھی نہیں دیا، یہ بھی ٹھیک نہیں۔

”اچھی چیز کو بُری چیز سے مت بدلو“، اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اپنا حلال مال موجود ہوتے ہوئے قیمتوں کا مال جو تم پر حرام ہے مت کھاؤ۔ یعنی اپنا حلال مال بہت موجود ہے، لیکن جس کو حرام کی عادت لگ جائے، بس وہ چاہتا ہے کہ

کسی طرح مجھے حرام ہی مل جائے۔ اسی طرح مختلف انداز سے خیانت کرتے اور کہتے کہ ہم تیمبوں کا مال کھانہیں رہتے ہیں، ہم تو ان کے مال کو اپنے مال سے بدل رہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرمادیا کہ وَلَا تَتَبَلَّلُوا الْخَبِيرَةَ بِالظَّلِيلِ اور تم اچھی چیزوں کو بُری چیزوں سے مت بدلو۔

ایک اور زیادتی اس طرح کی جاتی ہے کہ تیم جب بالغ اور سمجھدار ہو گیا، اپنا نفع نقصان سمجھنے لگا، لیکن شرم و حیا کی وجہ سے اپنے بڑوں سے کہہ نہیں رہا ہے کہ میرا حصہ میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اپنا الگ کاروبار کر سکوں تو گھر کے بڑوں کا فرض ہے کہ اس کا مال اس کے حوالے کر دیں کہ بیٹا! یہ آپ کا حصہ ہے، آپ جو چاہے کریں، آپ پر کوئی زبردستی نہیں۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

((الَا لَا تُظْلِمُوا الْأَلَامِيْجُ مَالُ اُمَّرِيْءٍ إِلَّا يُطِيعُ بِنَفِيْسِ مِنْهُ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الغصب والعاریة، ص ۲۵۵)

ترجمہ: خبردار! ظلم مت کرو، خبردار! کسی آدمی کا مال حلال نہیں، مگر اس کی دلی رضا مندی سے تو گھر کے بڑوں کو دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہمارے ادب و احترام کی وجہ سے وہ خاموش تو نہیں ہے، لہذا اس کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال اپنے پاس رکھنا جائز نہیں۔

### تیمبوں کا مال کھانے سے کیا مراد ہے؟

آگے تیرا حکم ہے: وَلَا تُأْكِلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى آمْوَالِكُمْ اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد تو تیم کے مال کو ناجائز طور پر کھانے کی ممانعت ہے خواہ اپنے مال میں ملا کر کھائے یا علیحدہ رکھ کر کھائے، پھر یہ کیوں فرمایا کہ اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ؟ اس کی وجہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ السلام اور حضرت مفتی عاشق الہی صاحب علیہ السلام نے جو لکھی ہے اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں کہ تیم بچے جن کی پرورش میں ہوتے ہیں، ان میں سے جن کا مزاج خیانت والا ہوتا ہے، ایسے لوگ مختلف طریقوں سے تیمبوں کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر کھاتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ تو غفلت اور بے دھیانی میں ایسا

کرتے ہیں کہ گھر کی مشترکہ ضرورتوں میں مشترکہ مال خرچ کرتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ یتیم بچے پر اس کے اپنے مال میں سے کتنا خرچ ہوا اور اس کے مال میں سے مشترکہ ضروریات میں دوسروں پر کتنا خرچ ہوا، اور کچھ لوگ تصدیقیم کے مال کو اس کے بالغ ہونے سے قبل اپنے یا اپنی اولاد کے نام لکھوادیتے ہیں، پھر جب وہ بالغ ہوتا ہے تو اس کو تھوڑا سا مال ملتا ہے، یا اس ڈر سے خوب اس کا مال اڑاتے ہیں کہ یہ بڑا ہو کر اپنا مال مانگ لے گا اور ضابط کے مطابق ہمیں دینا پڑے گا، لہذا اس کے بڑا ہونے سے پہلے ہی اپنی ذات پر، اپنے بچوں وغیرہ پر خوب خرچ کرتے ہیں۔ (انوارالبيان)

عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل رکھا، اس میں سے خود بھی کھایا یتیم کو بھی کھلایا۔ اس صورت میں جدا حساب نہ ہونے کی وجہ سے ایک دیندار تبع شریعت کو بھی دھوکہ ہو سکتا تھا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، اس لئے خاص طور سے اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانے کی حرمت اور اس پر تعزیہ فرمائی کہ یا تو یتیم کے مال کو بالکل علیحدہ رکھو اور علیحدہ خرچ کروتا کہ گناہ میں ملوث ہونے کا شہرہ ہی نہ رہے، یا ملا کر رکھو تو ایسا حساب رکھو جس میں یقین ہو کہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں استعمال نہیں ہوا۔ نیز لفظ ”کھانے“ کی ممانعت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف کھانا منع ہے، کسی اور طریقہ سے ہڑپ کرنے کی اجازت ہوگی، نہیں، کھانے سے تشبیہ محاورتادی گئی ہے، محاورہ میں مال کے ہر تصرف کو کھانا بولا جاتا ہے خواہ کھا کر ہو یا دوسری طرح استعمال کر کے ہو، اس میں ہرنا جائز تصرف داخل ہے۔ (معارف القرآن)

### یتیموں کے حقوق پر چند احادیث مبارکہ

اب یتیموں کے حقوق کے بارے میں چند احادیث عرض کرتا ہوں:

**حدیث:** حضرت سہل بن سعد رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ وَلِغَيْرِهِ فِي الْجَنَّةِ هَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ

وَالْوُسْطَىٰ وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ رواه البخاري))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب الشفقة والرحمۃ علی الخلق، ص ۲۲۲)

ترجمہ: میں اور اپنے یا پرانے یتیم کی کفالت کرنے والا (کبھی یتیم تو اپنا ہی ہوتا ہے جیسے پوتا، بھتیجا، بھانجتا وغیرہ یا کبھی غیر ہوتا ہے) جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے، اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور نیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان ہوڑی سی کشادگی رکھی (کہ ہم دونوں اس طرح ہوں گے)۔

**حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ أَوْيَ يَتِيمًا إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَّأْبَهُ أَوْ جَبَ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَيْتَةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ۔ رواه الترمذی)

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرحمة على الخلق؛ ص ۳۲۳)

ترجمہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لے لیا، اور اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا تو اللہ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل کر دے گا، بلکہ یہ کہ اس نے ایسا کوئی جرم کیا ہو جونا قبل معافی ہو۔ تشریح: مثلاً کفریا شرک کرتا ہو کیونکہ کافر اور شرک خواہ کتنا ہی یتیموں کی کفالت کر لیں جنت میں نہیں جائیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان ہے اور اس نے کسی کا حق مارا ہے یا قتلِ ناقن کیا ہے اور نہ توبہ کی، نہ ہی حق معاف کرایا تو ایسا مسلمان بھی اپنی سزا بھگتے کے بعد جنت میں جائے گا۔ علماء نے فرمایا کہ اس قسم کی بشارتیں اس وقت ہوتی ہیں جب گناہ کبیرہ ساتھ میں نہ ہوں (اللّٰہ یک تو بہ کر لے، اور کفر اور شرک نہ ہو۔

### یتیموں پر شفقت اور بشارتِ حسن خاتمه

**حدیث:** حضرت ابو امامہ بن نجاشیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ مَسَحَ رَأْسَ يَتِيمٍ لَّهُ مَمْسَحَهُ إِلَّا لِلَّهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَّرْعَةٌ عَلَيْهَا يَدْهَأَ حَسَنَاتُ وَمَنْ أَحْسَنَ إِلَى يَتِيمٍ أُوْيَتِيمٍ عِنْدَهُ كُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنِ إِصْبَاعَيْهِ۔ رواه احمد و الترمذی)

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرحمة على الخلق؛ ص ۳۲۳)

ترجمہ: جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر صرف اللہ کے لئے ہاتھ پھیرا (دنیا والوں کو

خوش کرنے کے لئے نہیں کہ لوگ میری واہ واہ کریں گے) تو اس کے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر ہربال کے بد لے اسے نیکی ملے گی، اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے اور یوں آپ ﷺ نے کر کے بتایا۔ ماعلیٰ قاری گیلانیؑ اس مقام پر فرماتے ہیں: **وَفِي الْحَدِيثِ إِشَارَةٌ إِلَى بَشَارَةِ حُسْنٍ الْحَاكِمَةِ** (مرقاۃ: (رشیدیہ)، ج ۹ ص ۱۸۶) کہ اس حدیث میں ایسے شخص کو حسن خاتمه کی بشارت دی گئی ہے۔ **تشریح:** لیکن یہاں یہ بات یاد ہنسی چاہیے کہ جہاں نامحرم رشتہ ہو، پردہ کا معاملہ ہو یا اور کسی قسم کے فتنہ کا خطرہ ہو تو اس موقع پر ان کی کفالت اور خبر گیری تو کرے، لیکن وہاں سر پر ہاتھ پھیرنا جائز نہیں، لہذا اس زمانہ میں یتیموں کی کفالت کس طرح کی جائے، یہ علماء اور مشائخ سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔

**حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خَيْرٌ بَيْتٌ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُجْسَنُ إِلَيْهِ وَشَرٌّ بَيْتٌ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ۔ رواہ ابن ماجہ))

**(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص ۳۲۳)**  
**ترجمہ:** مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھروہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے۔ **تشریح:** یہ حکم اس وقت ہے جب اس کو ناحق ایزادہ دی جائے، لیکن اگر تعلیم و تربیت کے لئے سختی کی جائے تو یہ اس کے ساتھ احسان ہے جیسا کہ باپ اپنے بیٹے پر شفقت اور پیار کا ہاتھ بھی رکھتا ہے اور سختی بھی کرتا ہے۔ یہی رویہ یتیم کے ساتھ بھی کیا جانا چاہیے کہ جہاں پیار اور شفقت کی ضرورت ہو وہاں محبت کا معاملہ کریں اور جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں سختی کریں۔ ایسی نرمی کا حکم نہیں ہے جس سے وہ بر باد ہو جائیں۔

**حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے

ابن قساوت قلمی اور سخت دلی کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا تَحِلُّ مَسْكُونَةَ الْمُسَكِّيْنِ))  
(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرجمة علی الخلق؛ ص ۳۲۵)

ترجمہ: مسکینوں کے سر پر (شفقت کا) ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں اور حاجت مندوں کو کھانا کھلایا کرو۔

### تیمیوں کا مال ظلمًا کھانے پر وعدید یہ

**حدیث:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِجْتَنَبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ إِنَّمَا تَحِلُّ مَالُ الْيَتَيْمِ))  
(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الكبائر وعلامات النفاق؛ ص ۷۱)

ترجمہ: (لوگو! ) ہلاک کرنے والی سات تباہ کن چیزوں سے بچو، ان سات میں سے ایک ہے تیم کا مال کھانا۔

**حدیث:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ شبِ مراج کے واقعات کی طویل حدیث کی

روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((فَإِذَا آتَيْتُ أَقْوَامٍ مَّشَافِرَهُمْ كَمَشَافِرِ الْإِلَيْلِ قَالَ فَتُفْتَحُ أَفْوَاهُهُمْ وَيُلْقَمُوْنَ مِنْ ذَلِكَ الْجُمِيرُ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ أَسَافِلِهِمْ فَسَيُعْتَهُمْ يَضِّجُوْنَ إِلَى اللَّوْعَزَ وَجَلَ فَقْلُثَ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هُوَ لَاءٌ؟ قَالَ هُوَ لَاءُ مِنْ أَمْيَاتِ الَّذِينَ يَا كُلُّوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا يَا كُلُّوْنَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُوْنَ سَعِيرًا))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ): ج ۲ ص ۷۶)

ترجمہ: شبِ مراج میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے (اوپر والا ہونٹ سکڑا ہوا اور دونوں ہونٹوں پر تھا اور نچلا سینہ پر لٹکا ہوا)۔ جنم کے کارندے ان کے منہ میں دوزخ کے انگارے اور پتھر بھر رہے تھے۔ میں نے

پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جب ریل علیہ نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو تیمیوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

**حدیث:** حضرت ابو بزرگ رض سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((يَعْثُّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْقَوْمُ مِنْ قُمُورِهِمْ تَأْجَحَ أَفُواهُهُمْ نَارًا قَيْلَ يَارَسُولَ اللَّهِ مِنْ هُمْ؛ قَالَ اللَّهُ تَرَأَّنَ اللَّهُ قَالَ إِنَّ الَّذِينَ يَاكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَاكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا))

(تفسیر ابن کثیر: (رشیدیہ): ج ۲ ص ۱۹۹)

ترجمہ: ایک قوم قیامت کے روز اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے۔ صحابہ کرام رض نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَاكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَاكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا﴾

(سورۃ النساء، آیہ ۱۰)

ترجمہ: جو لوگ کھاتے ہیں مال تیمیوں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں۔ (از معارف القرآن)

اس آیت کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اول تو سالہا سال مال کو تقسیم کرتے ہی نہیں، جن تیمیں بچوں کا مال ہے ان پر تھوڑا بہت خرچ کرتے ہیں، پھر بدعاں، رسومات اور فضولیات میں اسی مال مشترک سے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں، اپنے ذاتی کاموں میں بھی تیم کا مال استعمال کر لیتے ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے بہت کم گھر خالی ہوں گے۔ حضرت مفتی عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تیمیوں کا مال کھاتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہی سب کچھ ہے، کھایا یہاں میں برابر ہو جائے گا۔ خوب سمجھ لیں کہ آگے آنے والی گھانی بہت سخت ہے، یوم آخرت میں حساب و کتاب ہے۔ تیمیوں کا مال کھانا آسان بات نہیں۔ یہاں وہ کمزور ہیں، معموم بچے ہیں، کچھ نہیں کر سکتے، لیکن جب اللہ کے یہاں پیشی ہو گی تو اس حرام خوری کی سزا بھگتی ہو گی۔ جو لوگ ورشہ کا مال تقسیم نہیں کرتے، تیمیوں کا حق

نہیں دیتے اور جو لوگ یتیم خانے کھول کر بیٹھے ہیں، یتیموں کے نام سے چندے کرتے ہیں، ان پر معمولی خرچ کر کے خود ہی کھاجاتے ہیں وہ یوم حساب کو بھی یاد رکھیں۔

### یتیموں پر ظلم کی ایک صورت

حقیقت یہ ہے کہ میراث کا مال تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے گھر گھر یتیم کا مال کھایا جا رہا ہے اور کھانے والوں کو ذرا اس طرف تو جنہیں کہ ہم کتنا بڑا گناہ کر رہے ہیں۔ حضرت والد صاحب دامت برکاتہم سے ایک مثال سنی کہ کسی شخص کا انتقال ہوا اور اس کی میراث تقسیم نہیں کی گئی، اسی دوران اس کے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کا بھی انتقال ہو گیا، جس کی اولاد میں نابالغ بچے بھی ہیں۔ تو وارثت تقسیم نہ ہونے کی بناء پر اب نابالغ کا مال سارا گھر انہ کھارہا ہے اور سب گنگا رہو رہے ہیں۔ اور اگر اس وفات پانے والے بھائی کی اولاد میں سب بالغ ہیں، بڑے ہیں لیکن ان سے ان کی رائے نہیں پوچھی جاتی کہ بیٹا! آپ ہمارے ساتھ کاروبار میں شریک رہو گے یا الگ ہونا چاہتے ہو؟ اگر بالفرض وہ شریک رہتا ہے تو اس کے لئے وہ رعایتیں نہیں ہوتیں جو اپنے لئے ہیں، اس سے مزدوروں کی طرح کام لیتے ہیں، بلکہ مزدور اور ملازم کو تو پھر بھی تخلوٰاہ دی جاتی ہے، لیکن جو مشترکہ کاروبار ہوتے ہیں، ان میں بے باپ والے سے روپی، کپڑا، مکان پر کام لیا جاتا ہے، کوئی تخلوٰاہ نہیں دی جاتی، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب سب معاملات ختم ہوتے ہیں مثلاً خدا نو استہ نقصان ہو گیا تو وہ یتیم صفر پر آ جاتا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں الگ ہونا چاہتا ہوں، مجھے میرا حصہ دے دیں تو پورے خاندان میں اس کو ذلیل سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس نے اپنا حق منگا ہے، کوئی گناہ نہیں کیا۔

### قرآنِ پاک میں یتیموں کے اکرام کا حکم

یاد رکھئے! قرآنِ پاک میں صرف یتیموں پر احسان کا حکم نہیں ہے، بلکہ ان کے اکرام کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجر میں جہاں کچھ لوگوں کے بڑے اعمال بتلائے تو ان میں سے ایک یہ بھی ہے ﴿لَّا تُنْكِرْ مُؤْنَ الْيَتِيمَ﴾

(سورہ الفجر: آیہ ۷) ترجمہ: بلکہ تم لوگ یتیم کی (کچھ) قدر (اور خاطر) نہیں کرتے ہو  
 (مطلوب یہ کہ یتیم کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو کہ اس کامال کھا جاتے ہو)۔  
 (بیان القرآن) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب جیسا اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اصل  
 بتلانا تو یہ ہے کہ تم لوگ یتیم کے حقوق ادا نہیں کرتے، اس پر ضروری خرچ نہیں کرتے،  
 لیکن اس کی تعبیر اکرام کے عنوان سے کی گئی، اس میں اشارہ ہے کہ عقل و انسانیت کا  
 اور اللہ نے تمہیں جو مال دیا ہے، اس کے شکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم یتیم کو صرف  
 یہی نہیں کہ اس کا حق دو اور اس پر خرچ کرو، بلکہ واجب ہے کہ اس کا اکرام بھی کرو،  
 اپنے بچوں کے مقابلے میں اس کو ذلیل و حقیر نہ جانو۔

اکرام کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص کو آپ اپنے ساتھ کمرے میں بٹھا کر  
 دستِ خوان پر سادہ کھانا دال روٹی ہی کھلانیں تو بھی یہ اس کا اکرام ہے، اور اگر اسی کو  
 سڑک پر فقیروں کی طرح بٹھا کر کباب، بریانی، پرائٹھے، تملکے کھلانیں تو یہ بے اکرامی ہے،  
 کوئی اس کو پسند نہیں کرے گا، کیونکہ یہ کھانا کھلانا تو ہے مگر اکرام کے ساتھ نہیں ہے۔  
 قرآن پاک میں اکرام کا حکم ہے کہ یتیموں کا اکرام بھی کرو، ان کو عزت دو۔ بعض  
 لوگ جو خود کو یتیموں کا بڑا خیر خواہ سمجھتے ہیں لیکن جب ان کی مدد کرتے ہیں تو قطار میں  
 کھڑا کر کے تصویریں کھنچاتے ہیں اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ ایسے لوگ  
 یتیم کی مدد تو کر رہے ہیں مگر عزت نہیں دے رہے، اکرامِ مومن کے خلاف ہے کہ کسی کی  
 مدد کر کے اس کا اظہار کیا جائے۔ ایسا شخص ذرا سوچے کہ اگر اس کے انتقال کے بعد  
 اس کے بیوی بچوں کو اس طرح مجمع لگا کر بر سر عام راشن وغیرہ دیا جائے تو کیسا لگے گا!

### یتیموں کی آہ سے ڈرنا چاہیے

لہذا یتیموں کا اکرام کریں، اسی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہیں بلا ضرورت  
 ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں، ہماری اولاد کو کوئی سخت بات کہہ دے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا،  
 لیکن اگر کوئی بے باپ کا ہے، عرقاً یتیم ہے، اس کو ذلیل کرنا، بے عزت کرنا، سخت

خطرے کی بات ہے۔ ان کو غمزدہ کرنے سے، ان کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔

ہم بتاتے کے اپنی مجبوریاں	رہ گئے جانب آسمان دیکھ کر
---------------------------	---------------------------

یہ میرے شیخ عین اللہ کا شعر ہے۔ ہماری اولاد کو ہمارے سامنے کوئی نہیں ڈانت سکتا لیکن یتیم کو ہر خصس ڈانتا ہے۔ اس کی بھی عزت نفس ہے، ہر انسان کی عزت نفس ہوتی ہے، حتیٰ کہ ایک کتاب میں پڑھا کہ چھوٹے بچے کی بھی عزت نفس ہوتی ہے۔ ایک باپ اپنے بیٹے کو اوپنجی آواز میں ڈانت رہا تھا، بیٹے نے ادب سے کہا ابا! جتنا مارنا ہے، مار لیں، مگر زور سے نہ ڈانتیں کیونکہ آپ کی آواز باہر جاتی ہے تو میرے دوستوں کو پتا چل جاتا ہے کہ مجھے ڈانت پڑ رہی ہے، پھر وہ مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بچے کے لئے مار سخت نہیں، جملے سخت ہوتے ہیں، کیونکہ سخت جملے دلوں کو چیر کر کر کھدیتے ہیں۔ صاحب فیض القدری نے حضرت علی عین اللہ کا شعر نقل کیا ہے۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا التَّيَّأْمُرُ وَلَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ الْلِسَانَ
--

ترجمہ: تواروں کے زخم تو بھر جاتے ہیں، لیکن زبانوں کے زخم نہیں بھرتے۔

### تیبیموں پر احسان کرنے کی دو اقسام

اب آخر میں آج کے درس کے خلاصے کے طور پر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب عین اللہ کی بات عرض کرتا ہوں جو انہوں نے فضائل صدقات میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عین اللہ کے حوالے سے لکھی ہے کہ تیبیموں پر احسان دو طرح کا ہوتا ہے: ایک تو وہ جو وارثوں پر لازم ہے مثلاً اس کے مال کی حفاظت اور زراعت یا تجارت وغیرہ سے اس کے مال میں ترقی کی فکر کرنا تاکہ یتیم کی روزمرہ کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ دوسری قسم وہ جو عام لوگوں پر لازم ہے کہ اس کو ایذا نہ پہنچائیں، اس کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آئیں، مثلاً محفلوں اور مجالس میں اپنے پاس بٹھانا، سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا، اس سے محبت کرنا، اس لئے کہ جب وہ یتیم ہو گیا اور اس کا باپ نہ رہا تو اب سب کو حکم ہے کہ اس کے ساتھ باپ جیسا

برتاو کریں اور اپنی اولاد کی طرح سمجھیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عَلَيْهِ السَّلَامُ فرماتے ہیں کہ دوسروں کے تین بچوں کے حالات کو اپنے بچوں اور اپنی محبت کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں اور اگر چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد کے ساتھ لوگ اچھا سلوک کریں، تمہارے اہل و عیال تمہارے بعد پریشان نہ ہوں، کوئی ان پر ظلم نہ کرے، تو چاہیے کہ دوسرے کی تین اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ہم اگر حقوق العباد کے تمام معاملات میں اس حدیث کو معیار بنالیں تو ہر شخص کے حقوق ادا کرنا آسان ہو جائے گا، حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ راوی ہیں کہ:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ حَتَّى يُجِبَ لِأَخِيهِ

ما يُجِبُ لِنَفْسِهِ۔ متفق علیہ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی): باب الشفقة والرحة على الخلق؛ ص ۳۲۲)

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بندہ سچا مون نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اتنی کثرت سے تینوں کے حقوق کے بارے میں تنبیہات اور آیات نازل ہوئی ہیں کہ فضائلِ صدقات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب عَلَیْہِ السَّلَامُ نے قرآنِ پاک کی ۲۰ آیات تینوں کے حقوق کے بارے میں لکھی ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ ان کے حقوق کی کتنی رعایت کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، ہم سب کے جملہ مقاصدِ حسنہ پورے فرمائیں۔ اہل حقوق کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اب تک جو حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی ہے اس کی سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی اور مرنے سے پہلے پہلے تلافی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین  
 رَبَّنَا تَقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى  
 خَيْرِ خَلْقِهِ هُمَّدٍ وَّالِهَ وَصَحِّبِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ



## صلہ رحمی کے متعلق اہم نصیحت

۲۶۔ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء، بروز ہفتہ قبل عشاء سماڑھ سات بجے

احقر (میر) کو خانقاہ سے اپنے جگہ میں طلب فرما کر حضرت والانے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی رشتہ دار سے کوئی بے وفائی ہو جائے یا اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو بغیر اس کے معافی مانگے اس کو معاف کر دو کیونکہ اگر آپ نے اس کو لال پیلی آنکھیں دکھائیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کیا اس لوک کیا اور آپ نے ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی کی تو وہ یا تو ندامت سے جھوپ (شرمندہ) ہو کر بھاگ جائے گا یا غصہ اور تکبر سے اور اکٹھ جائے گا کہ ذرا سا احسان کیا کر دیا کہ میرے اوپر رعب جمار ہے ہیں۔ لہذا ندامت سے بھاگے گا، یا غصہ سے بھاگے گا یا تکبر سے بھاگے گا اور تنیوں صورتوں میں قطع رحمی ہو جائے گی اور ہمیں حکم ہے: **صِلْ مَنْ قَطَعَكَ** (مسند احمد: جزء ۲۸ ص ۵۷۰) کہ جو رشتہ دار تم سے توڑے تو اس سے جوڑے رہو۔ مریدین کی اصلاح کا طریقہ اور ہے، رشتہ داروں کا اور ہے۔ مرید کو ڈوڈاٹ ڈپٹ کر تو بے چارہ روٹے روٹے بے حال ہو جائے گا لیکن رشتہ دار کہاں معافی مانگتے ہیں، ان کو مرید کی طرح محبت تھوڑی ہوتی ہے لہذا ان کا سبق حضرت یوسف علیہ السلام سے حاصل کرو کہ جب ان کو باشدابت مل گئی اور ان کے بھائی قحطی کی وجہ سے ان سے غلمان مانگنے آئے اور ان بھائیوں کو خربنیں تھیں کہ یہی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ آخر جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ یہی یوسف علیہ السلام ہیں جن کو ہم نے کنویں میں ڈالا تھا تو سخت شرمندہ ہوئے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا فرمایا کہ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں اور جو تم نے کنویں میں ڈالا وہ تمہاری غلطی نہیں تھی، شیطان نے ہمارے تمہارے درمیان گڑ بڑ کر دی تھی، یعنی بھائیوں کو ان کی بدسلوکی یاد دلا کر محبوب بھی نہیں کیا اور ان کی خطا کو شیطان پر ڈال دیا تاکہ میرے بھائیوں کی آنکھیں مجھ سے مل سکیں اور وہ شرمندہ نہ ہو جائیں۔ اس سے یہ سبق ملا کہ رشتہ دار اگر ستائیں تو ان کی معافی مانگنے کا انتظار نہ کرو، بغیر معافی مانگنے ان کو معاف کر دو اور ان کو محبوب و شرمندہ بھی نہ کرو ورنہ قطع رحمی کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

((مَنْ سَرَّ اللَّهُ أَنْ يُشَرِّفَ لَهُ الْبُنْيَانُ وَتُرْفَعَ لَهُ الدَّرَجَاتُ فَلَيُعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ))

**وَلْيُعْطِ مَنْ حَرَمَهُ وَيَصِلْ مَنْ قَطَعَهُ**

(مستدرک حاکم: (دارالکتب العلمية بیروت)، جزء ۲۲ ص ۳۲۳)

کہ جو شخص یہ چاہے کہ جنت میں اس کے لئے اونچے اونچے نگل بنائے جائیں اور اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں اس کو چاہیے کہ جو اس پر ظلم کرے اس کو معاف کر دے اور جو اس کو محروم کرے اس کو عطا کرے اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے یعنی جو قلعہ تعلق کر کے خون کا رشتہ کا ٹھانچا ہے، یہ نہ کاٹے جوڑے رکھے۔

**(ما خود از کتاب "فضل رباني")**

یہ کتابہ ہزار سے بلا معنا ہے اور تقسم کی جاتی ہے  
اس کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے